تقاریر و تجاویز

نفاذِ اسلام کنونشن

۱۴۰۵ھ

منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان

نفاذِ اسلام کنونشن

روداد

منعقدہ اسلام آباد ۸-۹ جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ

مطابق ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء

زیر صدارت

عالی مرتبت جناب جنرل محمد ضیاء الحق بالقابہٖ صدرِ پاکستان

شائع کردہ، وزارت امور مذہبی، حکومت پاکستان، اسلام آباد

ترتیب وادارت

ڈاکٹر سیّد مطلوب حسین

بشیر حسین ناظم

بسم اللہ
الرحمٰن
الرحیم

فہرست مضامین

صفحہ

کمیٹیوں کی رپورٹ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی ہدایت کے مطابق ۸/۹ جمادی الاول ۵ ۱۴۰ھ مطابق ۳۰/۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء کو فیڈرل کونسل (مجلس شوریٰ ہال) میں نفاذ اسلام کنونشن ۱۴۰۵ھ کا انعقاد ہوا جس میں ملک بھر کے نامور علمائے کرام، مشائخ عظام، معزز دانشوران، نوجوان اہل علم و فضل، مفکرین اور ائمہ مساجد نے شرکت کی جس کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل خطوط پر مرتب کئے گئے تھے

ا ۔ نظام اسلام کے عمل کو نتیجہ خیز کرنے کے لئے ۶، ۷ جنوری ۱۹۸۳ء کے نفاذ اسلام کنونشن اور ۴، ۵ جنوری ۱۹۸۴ء کے علماء کنونشن کی سفارشات و تجاویز پر غور و خوض ۔

ب ۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کے تاریخی ریفرنڈم (استصواب) کے بعد عوام کی طرف سے صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو تفویض کردہ کُلّی اختیار کی روشنی میں نفاذ اسلام کے سلسلے میں جامع سفارشات کی تدوین و تشکیل ۔

ج ۔ حکومتی مشینری کی اسلامی اقدار سے ہم آہنگی ۔

د ۔ معاشرے کی تشکیل نو کے عمل کی تسریع، وتصریح اور حکومت، علماء اور مشائخ کی ذمے داریوں کا تعین ۔

ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل پانچ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں ۔

۱ ۔ اصلاح معاشرہ کمیٹی ۔

۲ ۔ تنفیذ شریعت کمیٹی

۳ ۔ وحدت ائمہ کمیٹی

۴ ۔ رفاہیت و بہبود عامہ کمیٹی

۵ ۔ بحالی عظمت رفتہ مدارس و مساجد کمیٹی ۔

تمام کمیٹیوں نے محنت و جانفشانی اور یکسوئی کے ساتھ اپنے اپنے دائرہ کار میں بحث و تمحیص کے بعد نہایت موزوں اور مناسب تجاویز پیش کیں کمیٹیوں نے سفارشات پر غور و خوض کے دوران میں نہایت دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بحث میں حصہ لیا اور تجاویز و سفارشات کو مرتب کرنے کے لئے انفرادی و اجتماعی تعاون کیا ۔

کتاب زیرِ نظر میں جملہ کمیٹیوں کی متفقہ تجاویز و آراء و سفارشات اور نفاذِ اسلام کنونشن کی کارروائی اور انفرادی سفارشات ضمیمہ جات کی صورت میں آخری حصے میں شامل کر دی گئیں ہیں۔

میں وزارت مذہبی امور کی طرف سے تمام مندوبین کا عموماً اور کار بحث و تمحیص کا بالخصوص شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ملّی و دینی فریضے میں ہماری مخلصانہ اعانت فرمائی۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ قیمتی سفارشات ہمارے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گی اور نفاذِ اسلام کی مساعی میں ممد و معاون۔

خیر اندیش

چوہدری شوکت علی

ایڈیشنل سیکرٹری انچارج

خطبہ استقبالیہ

راجہ محمد ظفر الحق ۔ وزیر مذہبی امور

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صدر محترم! علمائے کرام! مشائخ عظام! اور حاضرین گرامی!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

میں آج کی اس بابرکت تقریب میں آپ سب حضرات کا بہ قلب صمیم خیر مقدم کرتا ہوں اور جناب صدر پاکستان کا نہ صرف اس لئے ممنون ہوں کہ وہ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود یہاں تشریف لائے بلکہ اس لئے بھی سپاس گذار ہوں کہ آج کا یہ اجلاس انہی کے ارشاد پر منعقد ہو رہا ہے ۔

حضرات گرامی! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت اور نفاذ و استحکام کے لئے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ہمیشہ انتہائی فعال کردار ادا کیا ہے ۔ پاکستان کے قیام کے بعد ان حضرات کی دلی خواہش، قلبی تمنا اور سعی رہی ہے کہ اس مملکت خداداد میں اسلام ہی کا اثر و نفوذ جاری رہے اور یہاں کے مسلمان اپنی زندگیاں احکامات الٰہی اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بسر کریں ۔ موجودہ حکومت کو ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس نے جناب جنرل محمد ضیاء الحق کی قیادت میں ۱۹۷۷ء سے دین کا بیڑا اٹھایا جس کے لئے انہیں آپ کی قابل قدر بے لوث اور مخلصانہ تائید و حمایت حاصل رہی ہے ۔ اسی ضمن میں جب بھی آپ سے تعاون کی درخواست کی گئی آپ نے اسے پذیرائی بخشی اور اپنا فریضہ سمجھ کر نہایت ہی وسیع تجاویز اور سفارشات مرتب فرمائیں ۔

حضرات گرامی! ۔ اس سے قبل دو مرتبہ کل پاکستان علماء کنونشن اور ایک مرتبہ پاکستان مشائخ کنونشن منعقد کی جا چکی ہے

۲۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو رابطہ کمیٹی برائے نظام اسلام منعقد ہوئی اور وزارت مذہبی امور نے ان تمام کانفرنسوں کی کارروائیوں کو مرتب کیا اور آپ کو ارسال فرمائیں جن کا مطالعہ آپ فرما چکے ہیں۔ ان سفارشات اور تجاویز کو متعلقہ مرکزی وزارتوں، صوبائی حکومتوں اور محکموں کو برائے عمل درآمد ارسال بھی کر دیا گیا تھا۔ جس کے حسب توقع نتائج برآمد ہوئے اور گذشتہ ساڑھے سات سال کے عرصہ میں جو تاریخ ساز پیش رفت ہوئی وہ آپ ہی کے تعاون سے ممکن ہو سکی ہے۔ میں اجمالاً ان چند اقدامات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اس دوران میں حکومت پاکستان نے نفاذ اسلام کے سلسلے میں اٹھائے ہیں۔

۱ ۔ قانون حد سرقہ، قانون حد قذف، قانون حد رجم اور شراب کشید کرانے اور استعمال کرنے دونوں پر پابندی اور خلاف ورزی پر شرعی حد شامل ہے۔ اس کے علاوہ

۲ ۔ موجودہ حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کا قیام جس میں جید اور معتبر علما کو بحیثیت جج مقرر کیا گیا۔ سپریم کورٹ کے شرعی بینچ میں دو جید علمائے کرام کا بحیثیت جج تقرر کیا گیا۔ عدل کے صحیح اطلاق کے لئے گواہوں میں خالص دینی صفات کو معیار قرار دینے کا فیصلہ نئے قانون شہادت میں کر دیا گیا ہے۔

۳ ۔ تعلیمی نظام کو صحیح اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے لئے مڈل کلاسوں تک ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم لازمی رکھی گئی۔ میٹرک تک کئی کلاسوں میں ابتدائی دینی معلومات کے ساتھ ساتھ سیرت طیبہ کا موضوع بطور نصاب شامل کیا گیا۔ نہ صرف فنون کی اعلیٰ درجہ کی کلاسوں میں بلکہ فنی علوم مثلاً ایم بی بی ایس، ایم ایس سی انجینئرنگ وغیرہ میں بھی اسلامیات اور مطالعہ پاکستان بطور نصاب شامل کئے گئے ہیں۔ اس نصاب پر تمام مکاتب فکر کے علما نے اتفاق کیا۔ دینی، تعلیمی اداروں کی نگرانی میں افراد کے ادارے قائم کئے گئے جن کا سلسلہ روز بروز وسعت پذیر ہے۔ نصابی کتب میں جہاں کہیں خلاف شرع مواد موجود تھا اسے بحمداللہ خارج کر دیا گیا ہے دینی مدارس کی حیثیت کو بلند اور ان کی افادیت کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کے اقدامات کا آغاز کیا گیا جس کے نتیجہ میں دینی مدارس کی اسناد طلب اسلامی کے اداروں میں داخلہ کی بنیاد تصور کیا گیا۔ مزید براں ان کی اسناد کو تمام یونیورسٹیوں میں ایم اے اسلامیات کے لئے داخلہ کا معیار قرار دیا گیا۔

اسلامی تعلیم کے سلسلے میں سب سے بڑا اقدام اسلام آباد میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام ہے جس میں متعدد اسلامی امور کے شعبے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں درس و تدریس کے علاوہ تحقیقی کام بھی سرانجام پاتے ہیں۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے رجال کار کو صحیح اسلامی تعلیمات سے

آگاہ کرنے کے لئے تربیتی کورسز کا اہتمام کیا گیا ہے جن کی بدولت ہر سال ان دونوں شعبوں کے رجال کار کی بڑی تعداد مستفید ہو رہی ہے۔

۴۔ معاشی اصلاح کے پیشِ نظر پہلے مرحلہ کے طور پر ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضوں پر ایک حد تک سود کی معافی اور اب تک ایک ارب روپیہ کے قریب کسانوں کو قرضے دیئے گئے اور اس سلسلہ میں سب سے اہم قدم سود سے کلیتاً نجات حاصل کرنے کا فیصلہ اور ایک محقق پروگرام وضع کیا گیا اور اس سلسلہ میں مختلف سطحوں پر متعدد آرڈی ننس بھی جاری ہو چکے ہیں۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس سلسلہ میں زکوٰۃ صرف بینکوں سے جمع شدہ رقوم پر وصول کرنے کا عمل شروع ہوا۔ اس عمل کا آغاز ڈیڑھ ارب ۵۰ کروڑ روپیہ کے ابتدائی فنڈ سے ہوا جو سرکاری خزانہ سے دیا گیا۔ اس کی مناسب تقسیم کے لئے باقاعدہ زکوٰۃ کونسلوں کا قیام پورے ملک میں لایا گیا جن کے ذریعے سے اب تک اربوں روپیہ لاکھوں خاندانوں، رفاہی اور دینی اداروں کو بطور امداد دیا جا چکا ہے۔ جن کی وجہ سے متعدد کنبے عسرت سے بغیر ہاتھ پھیلائے زندگی بسر کر رہے ہیں حکومت پاکستان نے زکوٰۃ فاؤنڈیشن کی بھی تشکیل کی جس کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ایسے ادارے قائم ہوں جن سے مستقل آمدنی کے لئے ذریعہ معاش پیدا کرنے کی سہولتیں پیدا ہو سکیں اور مساکین اور غرباء اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو سکیں۔ زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ نظام عشر بھی نافذ ہوا اور اس سلسلہ میں بھی انتہائی حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں نے پورے ملک میں اس ضمن میں نہایت مثبت اور فعال کردار ادا کیا اور جس کمیٹی نے جتنا عشر جمع کیا وہ اس کمیٹی کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع ہوا اور اس مد سے بے شمار مفلوک الحال خاندانوں کی مالی کفالت کا اہتمام کیا گیا۔

حکومت کی ان مساعی سے پاکستان میں ایک اسلامی ماحول پیدا ہوا جس کا مظاہرہ آپ کو روزمرہ زندگی میں ہر شعبہ میں ملے گا۔ دفاتر میں چلے جائیں، یا قومی یا نجی اداروں میں آپ کو لباس میں خاص حد تک سادگی نظر آئے گی۔ آج معاشرے کا کوئی فرد قمیض شلوار پہننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ صدر مملکت کی ذاتی مثال کی وجہ سے اس کی ترویج انتہائی سرعت سے ہوئی۔ اس کا اثر نہ صرف معاشرے کے افراد کی طبیعتوں پر پڑا بلکہ قومی ماحول میں بھی کافی اضافہ ہوا۔

اسلام کے نظام عبادات میں صلوٰۃ کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

حکومت نے اس کا آغاز سرکاری دفاتر سے کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ آج حکومتی اداروں بلکہ نجی کارگاہوں، کارخانوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ نماز باجماعت کا اہتمام ہے۔ ان حوصلہ افزا نتائج سے متاثر ہو کر صدر مملکت نے گذشتہ سال ملک بھر میں قصبات اور محلوں کی

سطح تک ناظمین صلوٰۃ کا تقرر کیا جو اپنے فرائض کو خلوص اور للٰہیت سے ادا کر رہے ہیں۔ جس کے باعث مساجد مزید آباد ہو گئی ہیں اور ہر طرف اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

۵ ۔ پاکستان کے اسلام پسند شہریوں کو گذشتہ دور میں ذرائع ابلاغ سے عام طور پر شکایت رہتی تھی، صدر مملکت کی ذاتی ہدایات اور سرپرستی میں پچھلے چند سالوں سے اس جانب جو بھرپور توجہ دی گئی ہے اس سے ذرائع ابلاغ میں اسلامی اور اصلاحی پروگرام جو آج نشر ہو رہے ہیں اس سے پہلے ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اخبارات و رسائل کو بھی جو رہنما اصول دیئے گئے ہیں ان کی وجہ سے آج ایک خاص حد تک ان کی بھی اصلاح ہو چکی ہے۔

۶ ۔ معاشرہ میں انتشار کا ایک بہت بڑا عنصر قادیانی تحریک تھی۔ اس فتنہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے ایک ایسا صدارتی آرڈی ننس جاری کیا گیا جس کے بارے میں بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ وہ اصحاب جو اخلاص و گرمجوشی کے ساتھ اس میدان میں ایک طویل عرصہ سے معروف کار تھے ان کے اذہان میں بھی ایسے ایمان افروز، جرأت مندانہ اور دور رس نتائج کے حامل آرڈی ننس کا شائد پورا خاکہ موجود نہیں تھا۔ بلاشبہ یہ ایک انتہائی تاریخی اہمیت کا حامل اور ایمان افروز اقدام تھا۔

۷ ۔ تحفظ ناموس صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ اجمعین کا قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے ان فیض یافتگان نبوت اور سرواران اہل بیت کی شان میں گستاخی قابل سزا جرم قرار دی گئی۔

۸ ۔ اسلامی نظام فکر و عمل کو پاکستان کا نظام حکومت و معاشرت بنانے کے لئے بعض اداروں کو مزید فعال بنایا گیا۔ ان میں سرفہرست اسلامی نظریات کونسل ہے جس کے ذمہ اسلامی قانون کی ترتیب کا کام ہے اور اسے یہ فرض بھی تفویض کر دیا گیا کہ ملک میں رائج قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے مشورہ بھی دے۔ کونسل نے اپنی رپورٹ مرتب کی جس کے نتیجے میں دو سو پینتیس قوانین کے مطالعے کے بعد سفارشات کر دیں۔ ان میں سے اسی قوانین میں ترامیم تجویز کی گئیں۔ دو قوانین کو منسوخ کیا جا چکا ہے اور باقی چار قوانین منسوخ کر کے ان کی جگہ نئے قوانین وضع کر دیئے گئے ہیں۔ چھیاسٹھ مزید قوانین کو مزید غور و فکر کے لئے وفاقی شرعی عدالت کو بھیج دیا گیا ہے۔

ان اداروں میں دوسرا انتہائی اہم ادارہ وفاقی مجلس شوریٰ جس کے متعدد اجلاس ہو چکے ہیں۔ ان اجلاسوں میں شوریٰ کے ممبران نے اپنی علمی بصیرت اور تجربات کی روشنی میں اپنی آراء کا اظہار کیا، کھل کر بحث کی اور مثبت تنقید بھی کی جسے صدر پاکستان نے نہایت فراخدلی سے نہ صرف سنا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی یہ پہلا موقع تھا کہ جہاں علم دین و فقہ کے ماہرین کے سامنے

زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات نے قومی سطح پر نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے ایک پلیٹ فارم پہ ہر مسئلے اور قومی پالیسیوں کی ترتیب میں معاونت فرمائی۔

وفاقی شرعی عدالت نے سستے ہی نہیں بلکہ مفت انصاف کا انتہائی دلآویز تجربہ بھی دہرایا۔ اس عدالت کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس عدالت کے فیصلے کے خلاف اگر تین ماہ کے عرصے کے اندر کوئی ترمیم نہ کی جائے تو یہ فیصلہ خود بخود قانون بن جاتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے رائج الوقت پندرہ سو پانچ قوانین کا جائزہ لیا۔ جس میں سے دو سو اکسٹھ کو قابل ترمیم سمجھا۔ وفاقی اور صوبائی حکومتیں ان پر عمل درآمد کر رہی ہیں۔

وفاقی محتسب اعلیٰ کے عہدے کے قیام سے قرون اولیٰ کے زمانے کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے اس ادارے نے اپنے مختصر دورانیہ میں حکومتی اداروں کے سرکاری ملازمین کے ہاتھوں عوام کی درماندگی کا جو مداوا کیا ہے اس پر کسی فریادی کی ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوئی۔ حضرات گرامی ان تمام اقدامات سے ایک واضح بنیاد فراہم ہوئی ہے ایک ٹھوس تصور ابھرا ہے۔ اب اسے مستحکم کرنے اور اس کی مزید تشکیل کے لئے ایک مربوط پروگرام کی ضرورت ہے۔ جس کی خاطر آج کا یہ کنونشن منعقد کیا جا رہا ہے اس کنونشن کے مقاصد میں ۲۶ جنوری ۱۹۸۳ء کے نفاذ اسلام، کنونشن اور سابقہ علماء و مشائخ کنونشن کی سفارشات پر بھی ناقدانہ جائزہ لینے کے لئے اور اس چیز کے پیش نظر نفاذ اسلام کے لئے ایسا لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے جس کے ذریعے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے آپ کے خیالات کا انتظار رہے گا۔

۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کے استصواب میں عوام نے جس جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق کو اختیار دیا کہ وہ اس کی رو سے جامع سفارشات مرتب کریں اور اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے مختص پاکستانی معاشرے کو اسلامی خطوط پر تشکیل کرنے کے لئے حکومت، علما اور مشائخ کی ذمہ داریوں کو متعین کیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے پانچ کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں لائی گئی جن کے نام یہ ہیں۔

(الف) اصلاح معاشرہ کمیٹی (ب) نفاذ شریعت کمیٹی (ج) اتحاد امت کمیٹی (د) رفاہیت و بہبود علماء کمیٹی (ھ) مدارس و مساجد کی قدیم شان و شوکت کی بحالی کی کمیٹی۔

یہ کمیٹیاں آج تمام دن سابقہ تجاویز و سفارشات کو مد نظر رکھ کر اپنی سفارشات مرتب کریں گی اور کل کے آخری اجلاس میں جو صدر مملکت کی صدارت میں منعقد ہو گا پیش کی جائیں گی۔ یہ سفارشات واضح طور پر ایک طرف تو علمائے کرام، مشائخ عظام، وفاقی حکومت

کی وزارتوں اور صوبائی حکومتوں کے محکموں کے درمیان باہمی ربط و عمل کی نشاندہی کریں گی تو دوسری طرف قومی سطح پر نفاذ اسلام کے عمل کو تیز تر کرنے کا سبب بھی بنیں گی ۔ ان سفارشات کے علاوہ حکومت پاکستان آپ کو علم دین کا وارث سمجھ کر آپ سے اس بات کی بھی توقع رکھتی ہے کہ آپ اس امر کی جانب بھی توجہ فرمائیں جس سے معاشرے کی نسل نو کے ذہن اور قلب و روح اسلام سے متاثر و منور ہوں ۔ آپ ان کے سامنے اپنی زبان و قلم اور عمل سے دین اسلام کے وہ مثبت نقوش پیش فرمائیں جو نہ صرف دل نشین ہوں بلکہ خصوصی طور پر نئی پود کے ذہنوں پر گہرے اور صحت مند اثرات مرتب کر سکیں ۔

آخر میں میں حضرت قائد اعظم علیہ رحمۃ کے ان الفاظ کا اعادہ کرتا ہوں جس میں انہوں نے فرمایا تھا ”وہ کون سا رشتہ ہے جس میں بندھ جانے کے بعد تمام مسلمان ایک واحد جسم کی طرح ہو جاتے ہیں ۔ وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت قائم ہے وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ۔ وہ بندھن وہ رشتہ وہ چٹان وہ لنگر خدا کی عظیم کتاب قرآن مجید ہے ۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ وحدت فکر پیدا ہوتی جائے گی ۔ یعنی ایک خدا ، ایک رسول ، ایک کتاب اور ایک امت پر پختہ یقین “۔ ان گذارشات کے ساتھ دین خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ نفاذ اسلام کے لئے ہماری قدم قدم پر رہنمائی فرمائے ۔ ہمیں استقامت عطا فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم دین کی سربلندی اور ایک مثالی اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں پوری کر سکیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے استدعا کروں گا کہ وہ آپ سے خطاب فرمائیں

خطبہ افتتاحیہ

جناب جنرل محمد ضیاءالحق صدر پاکستان

بسم اللہ الرحمان الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام، علیٰ خاتم النبیین ۔

وفاقی وزیر مذہبی امور جناب راجہ محمد ظفر الحق صاحب، وزرائے کرام، علمائے کرام مشائخ عظام، دانشوران پاکستان اور معزز حاضرین،

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

میں اپنے لئے یہ امر باعث مسرت و افتخار سمجھتا ہوں کہ آج مجھے ایک بار پھر ملک کی روحانی اور دینی شخصیات کے اس عظیم اجتماع سے خطاب کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ ہماری درخواست پر جملہ مصروفیات چھوڑ کر یہاں تشریف لائے۔ آپ ایسے اہل علم اور صاحب دل حضرات سے خطاب کرنا میرا مقام نہیں۔ لیکن اسلام کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے میری یہ ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ آپ سے ملاقات کر کے مختلف موضوعات پر آپ سے بصیرت اور رہنمائی حاصل کی جائے۔ تاکہ احکام الٰہی کے عملی نفاذ کے لئے ہم آگے بڑھ سکیں۔

یہ اجلاس، یہ کنونشن بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی خدمات صرف دور حاضر یا موجودہ حکومت تک محدود نہیں ...... بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ پر جب بھی کوئی کڑا وقت آیا تو علماء و مشائخ نے اس کے تحفظ اور رہنمائی کا اہم فریضہ سرانجام دیا ہے اسلامی شعائر کے خلاف جب کسی نے کوئی قدم اٹھایا تو علماء و مشائخ نے زبانی اور عملی طور پر اس کی مزاحمت کی۔ مسلمانان ہند نے جب غیر ملکی تسلط کے خلاف تحریک آزادی چلائی تو علماء نے کاروان آزادی کے ہراول دستے کا کام کیا اور قیام پاکستان کے بعد جب کبھی قوم اسلامی منزل سے روگردانی کرنے لگی تو انہوں نے حکمران وقت کو صحیح راہ دکھائی اور پھر جب ہم جیسے گنہگاروں کو خدمت اسلام کا موقع ملا تو علماء و مشائخ نے نہ صرف ہمارا ہاتھ تھاما بلکہ ہر مرحلے پر ہماری راہنمائی اور مدد کی جس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ علماء کا یہ کردار کوئی انوکھا کردار نہیں ہے در حقیقت اگر وہ ایسا نہ کرتے تو حضرت داتا گنج بخش

رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دوسرے اکابرین کا مشن آگے نہ بڑھ سکتا کیونکہ آپ اپنی عظیم زعماء کی عظیم روائتوں کے وارث اور ان کے مشن کے امین ہیں۔ آپ در حقیقت وارثانِ علم ، دین اور محافظانِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کا مشن ہی تبلیغ دین اور نفاذ اسلام ہے اور رہا ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اسلام پر کاربند حاکم وقت جو کام سرکاری ذرائع سے انجام دیتے تھے وہی کام بزرگان دین قلب و روح کی تطہیر اور اصلاح اخلاق کے ذریعہ پورا کرتے تھے چنانچہ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف حضرت نظام الدین اولیاء اور سلطان علاؤالدین خلجی کے دور کے متعلق لکھتے ہیں سبحان اللہ عجب دن اور عجب زمانہ تھا جو سلطان علاؤالدین خلجی کی حکومت کے آخری دور میں نظر آیا۔ ایک طرف سلطان نے اپنے ملک کی فلاح و بہبود اور اصلاح کے لئے منشیات ، ممنوعات اور فسق و فجور کے تمام اسباب کو سخت گیری کے ساتھ روک دیا تھا اور دوسری طرف انہی دنوں شیخ الاسلام حضرت نظام الدین اولیاء نے تائب ہونے والوں کے لئے عافیت کا دروازہ کھول رکھا تھا۔

آج پاکستان میں حکومت اور علماء و مشائخ کے درمیان اسی تعاون اور اشتراک کی ضرورت ہے۔ آج حکومت اور علماء و مشائخ کا ایک ہی مقصد ہے یعنی پاکستان میں نفاذ اسلام کا اجراء۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک طرف معاشی ، معاشرتی اور انتظامی اصلاحات اسلامی احکامات کے مطابق نافذ ہوں تو دوسری طرف علماء اور مشائخ تبلیغ کے ذریعے سے روحانی اور اخلاقی اقدار کو فروغ دیں تاکہ انفرادی اور قومی کردار اسلامی سانچے میں ڈھل سکے۔

جب سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے ملک و قوم کی خدمت کی سعادت بخشی ہے ہمارا یہی نصب العین رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آخری دم تک یہی رہے گا۔ اس ضمن میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹ دسمبر کو ریفرنڈم یا استصواب رائے کا تجربہ بڑا نتیجہ خیز رہا۔ اس سے مجھے اور نفاذ اسلام کے عمل کو بہت تقویت ملی ہے میں نے ریفرنڈم سے پہلے متواتر دس دن تک ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کیا

میرے پاس بیچنے کے لئے کوئی گلابی سرخ و سفید گولیاں نہیں تھیں میرے پاس مادی کشش رکھنے والا کوئی نسخہ بھی نہیں تھا میرے پاس صرف ایک ہی نسخہ تھا یعنی نسخہ اسلام۔ جسے میں نے نہ صرف ہر جگہ عوام کے سامنے دھرایا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے ہمارے جاری کردہ نفاذ اسلام کے عمل کی حمایت اور تائید کی تو انشاء اللہ آئندہ پانچ سال کے لئے ہم یہی کام اور اسی کام کو اولین ترجیح کے طور پر انجام دیتے رہیں گے۔ مجھے خوشی اور اطمینان ہے کہ ملک کے کروڑ عوام نے نظریہ اسلام اور نفاذ اسلام کی دوٹوک حمایت کر کے نہ صرف بہت سے لوگوں کے ذہنوں کے جالے صاف کر دیئے بلکہ اس عمل کو آگے بڑھانے کے لئے راہ بھی ہموار کر دی۔ اس کار خیر میں ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے جو بھرپور کردار ادا کیا ہے اس کا نہ صرف مجھے احساس ہے بلکہ اس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں اور اس عنایت کے لئے ان کا

شکریہ ادا کرتا ہوں اور آج اس سال میں جمادی الاولیٰ کے مبارک مہینے کی آٹھ تاریخ کو اپنے دعوے کی تجدید کرتا ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اور میرے دم میں دم ہے میں اپنے آپ کو اسلام اور صرف اسلام کے لئے وقف رکھوں گا اور جب تک حکومتی اختیار میرے پاس ہیں ان کا انشاء اللہ تعالیٰ پورا پورا استعمال نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے کروں گا انشاء اللہ۔

میں نے ریفرنڈم کی کامیابی کے بعد جب قوم سے خطاب کیا اور علماء کرام اور پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کرتے وقت اپنے چار نکاتی منشور کا اعلان کیا تھا تو اس منشور کا محور بھی اسلام اور صرف اسلام ہے۔ یعنی اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا عدالتی نظام کے قیام کے لئے حکومت نے صحیح اقدامات کئے ہیں۔ جن سے آپ بخوبی آگاہ ہیں اور میں انہیں یہاں فرداً فرداً دہرانا نہیں چاہتا۔ اب ہم اسلام کا حکومتی اور سیاسی نظام قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ جس کے لئے انتخابات کا عمل شروع ہو چکا ہے مجھے امید ہے کہ اس انتخاب میں بھی علماء عوام کی صحیح راہنمائی فرمائیں گے تاکہ صالح کردار کے اچھے اچھے افراد آگے آئیں اور وہ نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھانے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ کی خدمت میں چند ایک اور گزارشات کروں میں آپ کی خدمت میں جملے دہرانا چاہتا ہوں۔ جو میں نے اکثر عوام کے سامنے پیش کئے ہیں میرا اپنا ذاتی نقطہ نظر یہ ہے کہ جب تک ملک کے اندر نظام حکومت صحیح طور پر نہیں چلے گا۔ نفاذ اسلام کے لئے کچھ طریقہ کار اختیار نہیں کیا جاسکتا یہ کہنا اپنی جگہ درست ہے کہ بادشاہ خلجی کے زمانے میں اولیاء کرام نے کیا کردار تھا اور بادشاہ وقت کا کیا کردار تھا اور علماء کرام نے کس طرح ان کی اعانت کی۔ لیکن جب نظام حکومت کا پہلو ہی صحیح نہ ہو تو پھر آپ بتائیے کہ دین اسلام کی کس طرح سے تنفید کی جاسکتی ہے۔

میں آپ کی خدمت میں چند ایک گزارشات کرنا چاہتا ہوں میں نے اس سے پہلے بھی کئی دفعہ کہا ہے اور آج پھر آپ کے سامنے دوبارہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور میں خود اس چیز کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہمارے ذہنوں میں بہت سی کدورتیں باقی ہیں اوّلین یہ کہ ہمارے ذہنوں میں مغربیت اتنی بھری ہوئی ہے کہ ہم سب کے سب اس میں اتنے سموتے ہوئے ہیں کہ ہمیں اپنے آپ سے اپنی واقفیت نہیں ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہو یا ہم جان بوجھ کر اس کو نہیں سمجھنا چاہتے۔ میں نے صرف دو گزارشات پیش کی ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ آیا ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے یا نہیں کہ اسلام ایک مکمل دین ہے اگر اس پہ ہمارا ایمان ہے تو پھر ہمیں اس چیز کی طرف کوشش کرنی چاہیئے کہ جس چیز کی ہمیں تلاش ہے آیا وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر دین مکمل ہے تو ملنے چاہئیں۔ اگر مکمل جواب نہیں ملتا تو اس کی طرف اشارہ ملنا چاہیئے اس کے اصول ملنے چاہئیں کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نظام آئے، نظام فطرت بھی کہلائے، نظام کامل بھی کہلائے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے سامنے کھڑے ہو کر کہیں کہ آج تمہارا دین مکمل ہو گیا ہے تو پھر آج میں اور آپ جس چیز کے متلاشی ہیں ان کے

لئے بتائیے کہ اس نظام کے اندر نظام حکومت کیا ہونا چاہیئے اصلاح معاشرہ کس طرح ہونی چاہیئے اور سب سے اہم یہ کہ اُمت میں باہمی اتحاد کیسے ہونا چاہیئے آج یہاں اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کے دل سے یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ یہ ضیاء الحق کس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ یہ جمعیت علمائے اسلام کا بندہ ہے۔ جماعت اسلامی کا بندہ ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کا بندہ ہے کھڑا ہو کر درود پڑھتا ہے۔ بیٹھ کر درود پڑھتا ہے۔ نماز میں ہاتھ چھوڑتا ہے۔ یا آمین اونچی کہتا ہے؟ کیا یہی اتحاد و ایمان ہے۔ پاکستان کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام آج میری اور آپ کی طرف نظریں لگائے ہوئے بیٹھے ہیں کہ ہر سال نفاذ اسلام کانفرنس ہوتی ہے۔ ہر سال علماء، مشائخ عظام اکٹھے ہوتے ہیں۔ ضیاء الحق تقریر کرتے ہیں۔ کمیٹیاں بنتی ہیں، کمیٹیوں کی تجاویز آتی ہیں، مشورے آتے ہیں اور پھر ان مشوروں کے بعد اگلے سال کانفرنس ہوتی ہے۔ نشستند و خوردند و برخاستند۔ لیکن میں جو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم دین مکمل پر یقین رکھتے ہیں تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ سب سے اہم موضوع جو ہمارے سامنے ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک اسلامی ریاست کے کیا پہلو ہونے چاہئیں۔ اس کے متعلق تو سوائے چند ایک آوازوں کے کوئی آواز نہیں اٹھتی۔ لیکن آپ انتخابات کے بارے میں صبح اخبار کا ایک کونا پڑھیئے اس کے دوسرے کونے تک انتشار ہی انتشار ہے اور پھر میں اور آپ اس کو چسکے لے کر پڑھتے ہیں اور ہم میں سے اکثر پڑھے لکھے دینی ذہن رکھنے والے کہتے ہیں "ٹھیک تو ہے کہ آپ انتخابات کروا لیجئے" اور انتخابات بھی پارٹی کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ آپ نظام حکومت کو اسلام میں گھسا رہے ہیں؟ میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں گا لیکن میرے دل میں کچھ بھڑاس ہے پہلے اسے نکالنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کمیٹیاں تو ہم نے بنائی ہیں اور ان کمیٹیوں نے دنیا بھر کے مسائل کا جائزہ سمو دیا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہ رہے کہ جو ان پانچ کمیٹیوں کے دائرہ کار سے باہر ہو لیکن جب تک ہم پاکستان میں ہیں اور نظام حکومت کو نظام اسلام کو نظام حکومت میں پرونے کے لئے کیا چاہیئے؟ اس کا بھی مجھے اور آپ کو پورا علم ہے لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر ہم ماننے کے لئے تیار ہیں تو پھر ہمارا نقطہ نظر نہیں ہے اور پھر ہم اس میں لچک پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جب مجھے کوئی دقت محسوس ہوئی تو میں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور میں یہ صرف آپ کی تعریف کے لئے نہیں کہنا چاہتا۔ صحیح معنوں میں، میں اس بات کا معترف بھی ہوں کہ دین اسلام کے محافظ وہی ہو سکتے ہیں جنہیں دین اسلام کا علم حاصل ہو اور علمائے کرام اور مشائخ عظام سے زیادہ دین اسلام کا علم کس کے پاس ہو سکتا ہے دیکھیے پاکستان کی تمام ہستیاں یہاں موجود ہیں۔

میں نے ریفرنڈم کی کامیابی کے بعد جو تقریر کی اس میں میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاءاللہ نفاذ اسلام کو تیز تر کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے اور ان اقدامات کو تیز تر کرنے کے لئے جس وقت، ریفرنڈم کے کچھ روز بعد میری اپنے ایک مشفق، مہربان سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ نے تقریر تو فرما دی آپ اس سلسلے میں پہلا قدم کیا اٹھائیں گے؟ تو میں نے کہا کہ سب سے پہلا قدم جو میں اٹھاؤں گا وہ علماء و مشائخ کی کانفرنس بلا کر نفاذ اسلام کو تیز کرنے کے لئے ان سے مشورہ چاہوں گا آج کی یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے لہذا میں امید کروں گا کہ کمیٹیوں کے ذریعے ہم کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اس ضمن میں میری عرض یہ ہے کہ حکومت کے مسائل حل کرنے کے لئے حکومتی سطح پر تمام اقدامات نہیں کئے جا سکتے اور نہ ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی توقع کرنی چاہیئے۔ لیکن کچھ اقدامات حکومت کی سطح پر ہوں ان اقدامات پر عمل کرنے کے لئے یا ان اقدامات کی مدد کے لئے یا ان کے تعاون کے لئے آپ کی سطح پر بھی بہت سا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جس جذبے کے ساتھ میں آپ کے سامنے یہ درخواست پیش کر رہا ہوں مجھے امید ہے کہ اسی جذبے کے ساتھ آپ اپنے علم اپنی دانش اور اپنی کوشش و کاوشوں سے اپنے پچھلے تجربے کی بنا پر آج اور کل ان کمیٹیوں کے ذریعے اپنی ایسی مضبوط اور ٹھوس تجاویز اور مشورے عنایت فرمائیں۔ جس سے کہ حکومت، نظام حکومت اور حکومت کے دائرہ اختیار کے اندر جو اختیارات ہیں ان کا استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز تر کر سکیں۔

مجھے معلوم ہے کہ بعض علماء حضرات اور مشائخ عظام کو شکایت ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے کئے گئے بعض اقدامات ان کی توقعات کے مطابق نہیں ہیں اور غیر موثر اور بہت سست ہیں۔ لیکن ان سے میری درخواست یہ ہے کہ وہ صرف تنقید پر اکتفا نہ کریں بلکہ ہمیں بتائیں کہ اگر ہم سست رو ہیں تو اس سست روی کو کیسے تیز رفتاری میں بدل سکتے ہیں۔ اگر حکومتی اقدامات ان کی نظر میں ناکافی ہیں تو ہماری رہنمائی فرمائیں کہ ہم ان میں کس طرح اضافہ کر سکتے ہیں اور اگر ہمارے بعض اقدامات غیر موثر ہیں تو خدارا ہمیں بتلائیے کہ آپ کی توقعات کے مطابق کس طرح موثر بنائے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ میری نظر میں آپ کا کردار کنارے پر بیٹھ کر تنقید کرنے والے کا نہیں بلکہ منجدھار میں اترے ہوئے ایک تیراک کا ہے جسے نہ صرف مجھ جیسے اناڑی اور ناتجربہ کار شخص کو تیراکی سکھانا ہے بلکہ اسلامی ریاست کی اس کشتی کو پار لگانا ہے اور یقین جانیے یہ کانفرنس بلانے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ آپ کی رہنمائی میں نفاذ اسلام کے موجودہ عمل کو تیز تر کر سکیں اور اسے موثر سے موثر تر بنا سکیں۔

اب میں اس کنونشن کی ان پانچ کمیٹیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہیں مختلف موضوعات خاص طور پر غور کرنا ہے۔ سفارشات مختلف مرتب کرنی ہیں ان کمیٹیوں کے مختلف ارکان کی خدمت میں گزارشات یہ ہیں۔

۱۔ اصلاح معاشرہ کمیٹی :۔ اس کمیٹی میں شامل اراکین کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی سفارشات و آراء مرتب کرتے وقت اس جانب توجہ دیں کہ معاشرے کی اصلاح سے مراد ایسی اصلاح اور ترقی ہے جس میں افراد کی مادی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی بھی ہوتی رہے۔ مادی ترقی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اخلاقی اور رُوحانی ترقی میں ہم دونوں شامل ہیں۔ کچھ اصلاح قوانین کے ذریعے سے ممکن ہے کچھ تبلیغ کے ذریعے سے اور آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ تبلیغ کے ذریعے سے اصلاح کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور قوانین کا دائرہ کار نسبتاً محدود ہے۔ گویا اصلاح معاشرہ کے مشن میں آپ کا کام زیادہ ہے اور حکومت کا کم۔ اصلاح معاشرہ کے ضمن میں جو پہلو خاص طور پر توجہ طلب ہیں وہ یہ ہیں، رشوت ستانی، ناخواندگی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، گداگری، کا انسداد وغیرہ۔ براہ کرم ان پر اور دوسرے کئی پہلوؤں پر غور فرما کر بتائیے کہ کون سے کام حکومت کے کرنے کے ہیں اور کون سے آپ کے کرنے کے اور کہاں ہم دونوں مل کر قدم آگے بڑھا سکتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کا بہت بڑا حصہ خواتین پر مشتمل ہے اور اصلاح معاشرہ کی کسی بھی مہم میں ان کا شامل ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہماری خواتین خواہ ان کا تعلق کسی بھی طبقے سے ہو اسلام کے نفاذ میں مخلص ہیں لیکن اس کے باوجود خواتین کے بعض طبقوں میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ آپ اس پر خصوصی توجہ دیں اور ہمیں بتائیں کہ کمی کہاں رہی گئی ہے۔ آیا ہم نفاذ اسلام کا صحیح مفہوم ان تک پہنچا سکے ہیں یا نہیں۔ یا اس بے چینی کے پیچھے کچھ اور عناصر سرگرم عمل ہیں اور ہم ان عناصر کو اپنے عزائم میں کیسے ناکام بنا سکتے ہیں اس سلسلے میں میں اصلاح معاشرہ کے متعلق یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا معاشرہ موجودہ الجھی ہوئی ہمہ گیر حالات فکر و عمل میں مبتلا، ملت میں کس طرح ابھرے اور وہ سیرت و کردار کس طرح معرض وجود میں آئے جو صحیح طور پر سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا بلال رضوان اللہ علیہم کی جھلک دکھائے اگر اتنا ہی ہو جائے تو بس غنیمت۔ کیا چاروں طرف افراتفری، اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشات کے حصول کے لئے اصول شکنی خیانت، ملاوٹ، چوری، ہاڑکینی، فحاشی اور عریانی اس سے ہمیں جان چھڑانی ہے یا کوئی ایسا منصوبہ یا ترکیب ہم دے سکتے ہیں جس سے کہ ہمارے اغراض و مقاصد پورے ہو سکیں اور پھر اس پر عمل و احتساب کے لئے ایسے اقدامات بروئے کار لائے جائیں کہ ہمیں خود ہمارے معاشرے اور اس میں بھی بالخصوص نوجوان نسل کو اسلامی زندگی کا بہترین نمونہ بنانے کے عظیم مقصد کو حاصل کرنے میں ہماری مدد کر سکیں۔

اس سلسلے میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ گذشتہ برس ایک کمیٹی اصلاح معاشرہ کے عنوان سے بنائی گئی تھی جس نے بڑی حد تک اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ اس کے کنوینر راجہ ظفر الحق یہاں تشریف فرما ہیں۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ پچھلے کئے ہوئے کام کو سامنے رکھ کر آج کی

ضروریات کے مطابق وسیع تر اصلاح معاشرہ کمیٹی اس کے لئے منصوبہ بندی کرے اور اس کی روشنی میں کام کا آغاز کیا جائے تاکہ نہایت گرمجوشی اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہم صحیح طور پر اصلاح معاشرہ میں کامیاب ہو سکیں۔

دوسری کمیٹی جو ہے وہ نفاذ یا تنفیذ شریعت ہے۔ ہم نے گذشتہ سال ساڑھے سات سال میں چھبیس ایسے اقدامات کئے جن کی مدد سے نفاذ اسلام کی منزل کچھ قریب آگئی ہے۔ اقدامات کی تفصیل راجہ محمد ظفر الحق صاحب نے اپنی تقریر میں آپ کی خدمت میں بیان کی ہے اس کمیٹی کے ممبران سے میری درخواست ہے کہ وہ نفاذ اسلام کانفرنس اور سابقہ علماء کنونشن کی سفارشات اور تجاویز کی روشنی میں نفاذ اسلام کے کام کو تیز تر کرنے کے لئے تجاویز اور سفارشات پیش کریں۔ نیز اس بات کا بغور جائزہ لیں کہ اب تک جو اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان میں اگر کہیں حسب توقع پیشرفت نہیں ہوئی تو اس خامی کو کس طرح دور کیا جائے۔

تیسری کمیٹی ہے رفاہ و بہبود عامہ۔ اس کمیٹی کے ممبران اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم نے جو اب تک معاشی اصلاحات کی ہیں یعنی عشر، زکوٰۃ یا بلا سود بینکاری۔ ان کے کیا نتائج نکلے ہیں اور اگر کہیں رکاوٹ ہے تو اسے کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

چوتھی کمیٹی ہے اتحاد امہ کمیٹی یا وحدت امت۔ امہ کا تصور بہت وسیع ہے جو جغرافیائی حدود و قیود سے کہیں بالا ہے۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے علاوہ دیگر مسلمہ عقاید اسلامی پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امت اسلامیہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور اختلاف اور تفرقہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ علماء مشائخ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائیوں سے روکنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن فرقہ واریت کو روکنے کے لئے مزید توجہ کی ضرورت ہے میں نے بار بار قوم سے التماس کی ہے اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ فرقہ وارانہ اختلافات کو چھوڑ کر اتحاد کی طرف توجہ دیں اور ایسے اقدامات تجویز کریں جن کے ذریعے ہم قومی اور ملی اتحاد کو فروغ دے سکیں۔

پانچویں کمیٹی ہے۔ مدارس اور مساجد کی دیرینہ شان و شوکت کی بحالی کی کمیٹی، یا بحالی عظمت رفتہ مساجد و مدارس۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے مساجد اور مکتب وہ ایسے اسلامی ادارے تھے جنہیں علم و فضل نیکی اور تقویٰ اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا اور ان کے اساتذہ علمی وجاہت کی وجہ سے ہر جگہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ بعد ازاں یہ ادارے قائم تو رہے لیکن رفتہ رفتہ ان کا معیار گرتا گیا اور بالآخر یہ تنزلی کا شکار ہو گئے۔ اس وقت جو ہمارے پاس اعداد و شمار ہیں ان کے مطابق ۵۵ ہزار آئمہ مساجد میں سے صرف آٹھ ہزار درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں۔

چھتیس ہزار نیم خواندہ ہیں جبکہ گیارہ ہزار بالکل سفیدان پڑھ ہیں ان حقائق کی روشنی میں ہم ان اداروں سے کیا توقعات وابستہ کر سکتے ہیں ۔

میری آپ سے درخواست ہے کہ مدارس اور مساجد کی حیثیت بحال کرنے کے لئے ٹھوس تجاویز مرتب کریں تاکہ ہم اصلاح احوال کر سکیں ۔ یہ اعداد و شمار میری معلومات کے مطابق بالکل صحیح ہیں لیکن اگر کہیں آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں نے غلط اعداد لئے ہیں تو للّٰہ آپ مجھے بتائیں کہ صحیح اعداد و شمار کیا ہیں اور شاید میں آپ سے یہ بھی توقع کروں کہ جہاں آپ عالم دین ہیں آپ کا رتبہ مشائخ عظام میں سے ہے اور دین اسلام کے لئے آپ کوشاں ہیں وہاں آپ بھی بتائیے آیا اس سلسلے میں آپ کے علم کے مطابق آئمہ مساجد کا کیا رتبہ ہونا چاہیئے اور اب تک انہوں نے کیا کردار ادا کیا ہے معاشرے کے اندر انہوں نے جو کردار ادا کیا ہے کیا اس کے مطابق ان کا یہ حق نہیں بنتا کہ معاشرے میں ان کا مقام بھی وہی ہو جو ایک امام کا ہونا چاہیئے ہم انہیں امام کا لقب بھی دیتے ہیں اور توقع یہ کرتے ہیں کہ وہ معاشرے کی اصلاح کریں گے جمعرات کی روٹیوں پر ۔ یہ قطعاً ممکن نہیں ۔ جس معاشرے کی مساجد میں گیارہ ہزار علماء ان پڑھ ہوں تو آپ بتائیے کہ ایسی مساجد کا کیا حال ہوگا ۔ ہم نے مساجد مکتب بھی کھول دیئے ہیں ۔ یہ مضمون نہایت توجہ طلب ہے اور میں آپ سے توقع کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں نہایت ٹھوس تجاویز پیش کریں اور جیسا کہ میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ مساجد اور دینی درسگاہیں زمانہ قدیم میں اہم مقام رکھتی تھیں علم کی پہلی روشنی وہیں سے پھوٹتی تھی ۔

ایک طرف اذان اور نماز ہوتی تھی تو دوسری طرف نماز کے بعد درس ہوتا تھا ۔ قرآن و حدیث کا درس اور بہت سی درگاہیں ایسی بھی تھیں جہاں دینی علم کے علاوہ ریاضی ، فلسفہ ، معیشت اور دیگر دنیاوی علوم پڑھائے جاتے تھے اب بھی ماشاءاللہ ملک میں بعض دینی مدارس موجود ہیں جن کے معیار پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے لیکن بعض مساجد کے اماموں کی مالی اور علمی حالت قابل رحم ہے آپ خود غور فرمائیں کہ جس ملک کی مساجد کے گیارہ ہزار امام ان پڑھ ہوں اور ۲۶ ہزار نیم خواندہ ہوں اس مسئلے کا حل کیا ہو سکتا ہے لہذا میں چاہوں گا کہ آپ ان امام مسجدوں کی علمی ترقی اور مالی و سماجی بہتری کے لئے تجاویز مرتب کریں تاکہ ہم ان سے استفادہ کر سکیں حاضرین کرام ! وفاقی وزارت مذہبی امور ایک نہایت اہم وزارت ہے نظام اسلام کے نفاذ میں ہر مرحلے پر اس وزارت کی ضرورت پڑتی ہے لہذا ہم اس وزارت کو زیادہ سے زیادہ موثر بنانا چاہتے ہیں تاکہ نفاذ اسلام کے عمل میں یہ اپنا کردار بہتر طور پر ادا کر سکے اگر وزارت مذہبی امور کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے آپ کوئی تجویز دینا چاہئیں تو سر آنکھوں پر مجھے آپ کی تجاویز اور سفارشات کا انتظار رہے گا اور انشاءاللہ کل کے اجلاس میں آپ کے خیالات اور تجاویز سے مستفید ہوں گا ۔ وزارت مذہبی امور

نے موجودہ حالات میں گذشتہ پانچ سات سال کے اندر بہت اچھا کام کیا لیکن اگر آپ کسی کے سامنے کہیں کہ وزارت مذہبی امور اور اقلیتی امور کا کیا درجہ ہے تو آپ یہ کہیں گے کہ جناب یہ بھنڈارا صاحب کی اقلیتوں کا خیال رکھتے ہیں اور حج اور عمرے کے لئے انتظامات کرتے ہیں۔ میرے نقطہ نظر سے خواہ ان کی کارکردگی کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو لیکن ان کے بارے میں نظریہ اتنا محدود ہے تو میرے خیال میں اس وزارت میں تطہیر کی ضرورت ہے لہذا جہاں آپ وزارت مذہبی امور کا دائرہ کار بڑھانے اور اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز مرتب کریں وہاں اس بات پر بھی غور کیجئے گا کہ اس وزارت کا کیا صحیح نام ہونا چاہئیے آپ کہیں گے کہ ناموں کے اندر کیا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ناموں کے اندر بھی بہت کچھ ہے آپ پاکستان کو اگر پاکستان نہ کہیں تو پھر کیا رہ گیا جہاں ہماری قومی حیثیت ہے وہ ہماری شخصیت اور نام سے اجاگر ہے لہذا میرے خیال میں نام کی بھی بہت حیثیت ہے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس وزارت کے نام کے متعلق آپ کی کوئی تجاویز ہوں تو بتائیے کیونکہ میرے ذہن میں اس وزارت کا جو کردار ہے صرف مذہبی امور سے اس کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی میں چاہتا ہوں کہ یہ وزارت راہنمائی کا کام کرے۔ دعوۃ اسلام کا کام کرے تشکیل معاشرہ اور تطہیر معاشرہ کا کام کرے۔ اور مجھے ہی نہیں دوسری وزارتوں کو بتائے کہ وہ اپنے اپنے شعبے میں کس طرح اسلامی احکام اور اسلامی اقدار کو بروئے عمل لائیں لہذا اس نئے تصور کے مطابق میرے خیال میں اس وزارت کے نام میں بھی تبدیلی ضروری ہے میرے ذہن میں ایک دو نام ہیں انشاء اللہ کل آپ کی تجاویز کے بعد اس کا اعلان کیا جائے گا۔

میرے پاس چند ایک گذارشات اور ہیں لیکن ان کو میں آج کی بجائے کل کے لئے وقف رکھتا ہوں کیونکہ ابھی آپ کو بہت کچھ سوچنا ہے اور پھر آپ نے اپنی کمیٹیوں کے اجلاس میں کچھ بحث و تمحیص بھی کرنی ہے کچھ تجاویز بھی دینی ہیں کچھ مشورے بھی دینے ہیں اور اس کے لئے وقت بہت قلیل ہے لہذا میں اپنی گذارشات اس حد تک محدود رکھتے ہوئے کل تک کے لئے اجازت چاہوں گا اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپ کی اس کوشش سے ہمارا مدعا حاصل ہو سکے گا۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجلاس کو کامیاب و کامران فرمائے اور نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھانے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ آمین۔

پاکستان زندہ باد ، اسلام پائندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سٹیج سیکرٹری جناب بشیر حسین ناظم نے حاضرین کرام سے مخاطب ہو کر کہا۔ اب ترتیب وار اصلاح معاشرہ کمیٹی، نفاذ شریعت کمیٹی، رفاہیت عامہ و خدمت امہ کمیٹی اور بحالی عظمت رفتہ مدارس و مساجد کمیٹی کے ممبران صاحبان مختصر وقت میں اپنی اپنی کمیٹیوں کی سفارشات پیش فرمائیں گے پہلی کمیٹی اصلاح معاشرہ ہے اس کے چیئرمین جناب پیر جسٹس محمد کرم شاہ صاحب الازہری تشریف لاتے ہیں اور اپنی کمیٹی کی سفارشات پیش فرماتے ہیں۔

جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری:۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ ط

صدر گرامی مرتبت، مشائخ عظام، علمائے کرام اور دانش برہانی اور دانش نورانی کے حامل مندوبین اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر الامم کے لقب سے سرفراز فرمایا ہے اور یہ لقب بلاوجہ عطا نہیں کیا گیا بلکہ اسی کی وجہ یہ ہے کہ مرشد قلب و نگاہ نے اپنے غلاموں کی اس طرح تربیت فرمائی کہ ان کے صرف اعمال و اجسام ہی نہیں بلکہ ان کی روحیں ان کے دل اور ان کی فکر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہر حکم پر سر جھکانے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے جب کوئی حکم نازل ہوتا تھا تو ان کی فطرت کا یہ تقاضا ہوتا تھا کہ وہ کسی چیز کے حکم کی تعمیل میں ذرا تامل محسوس نہیں کرتے تھے آپ کو معلوم ہے کہ جنہوں نے حضور کے دست مبارک پر کلمہ شہادت پڑھا ان کو انگاروں پر لٹایا گیا لیکن انہوں نے اپنے دین کو نہیں چھوڑا جب مہاجرین کی آباد کاری کے لئے انصار کو اپنی جائیدادیں پیش کرنے کا موقع فراہم ہوا تو انہوں نے بلا تامل اپنی تمام جائیدادیں اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے پیش کر دیں۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم اپنی ایک ایک بیوی کو طلاق دے کر تمہارے لئے وقف کر دیتے ہیں تاکہ تمہارا گھر بھی آباد ہو۔ شراب کی ممانعت ہوئی تو وہ لوگ جو نسلوں سے شراب کے خوگر تھے انہیں شراب کے حکم امتناع سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی جھجک محسوس نہ ہوئی۔ اسی وقت پیالے جو لبوں کے سامنے لگے ہوئے تھے جدا ہو گئے مٹکے توڑ دیئے گئے اور شراب مدینے کی گلیوں میں بہنے لگی۔ یہ وہ معاشرہ تھا جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تربیت اور فیض نگاہ سے معرض وجود میں آیا تھا تو اسی معاشرے کے سر پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے خیر الامم کا چمکتا ہوا تاج سجایا۔ اب جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ خوبیاں ہم میں خال خال نظر آتی ہیں۔

اہل علم و دانش کے لئے اور اہل قیادت کے لئے یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوتا ہے کہ وہ قوم جو دیانت و امانت کی امین تھی اور جس کا معیار اور جس کا اخلاق تمام عالم کے لئے رہنمائی کا ایک تابندہ نشان تھا وہ آج ان پستیوں میں گر چکی ہے جہاں آج ان کو دیکھ کر رونا آتا ہے۔

صدر محترم نے جو یہ کنونشن بلایا ہے اور نفاذ اسلام کی تحریک کے لئے جو کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے اولین مرتبہ اصلاح معاشرہ کو دیا گیا ہے چنانچہ کل اس سلسلے میں ہم نے مل جل کر اکٹھے بیٹھ کر تجاویز فراہم کی ہیں وہ میں صدر محترم کی خدمت میں اور آپ تمام حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

نفاذ اسلام کنونشن کے سلسلے میں کمیٹی نمبر ا یعنی اصلاح معاشرہ کمیٹی کا اجلاس سینیٹ ہال میں ۱۳ جنوری کو منعقد ہوا جس میں ۱۷ حضرات نے شرکت کی۔ تقریباً تمام اراکین کمیٹی نے اپنی اپنی تجاویز و سفارشات تحریری طور پر پیش کیں۔ ایک "سب کمیٹی" تشکیل دی گئی۔ جس نے تقریباً دو گھنٹہ کی بحث و تمحیص کے بعد حتمی سفارشات مرتب کیں جو کمیٹی کے مکمل اجلاس میں پیش کی گئیں اور متفقہ طور پر پاس ہوئیں جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ پہلے وہ خاص امور جن کے بارے میں خصوصی توجہ دینے کے لئے ہمیں ہدایت کی گئی تھی۔ میں نمبر وار پڑھتا ہوں اور اس کے مقابلے میں جو تجاویز متفقہ طور پر پاس ہوئی ہیں ان کو آپ کے سامنے پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

اس سے پہلے یہ عرض کرنا ہے کہ سابقہ اصلاح معاشرہ کمیٹی کے سفارشات کا ہم اعادہ کرتے ہیں۔ پہلی بات جس کے بارے میں ہم سے پوچھا گیا وہ یہ تھی کہ اسراف اور فضول خرچی کے خلاف کیا اقدامات کئے جائیں، شادی، موت، عقیقہ اور دوسری رسومات پر ضیاع دولت کو کس طرح روکا جائے۔ اس کے بارے میں کمیٹی نے جو متفقہ قرار داد پاس کی ہے وہ پیش خدمت ہے۔

اسراف اور فضول خرچی کو قانون کے ذریعے ختم کرنے کی پہلے بھی کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اب بھی مزید قانون سے اس سلسلے میں کوئی مفید نتائج رونما ہونے کی توقع نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی عملی صورت یہ ہے کہ وزراء، امراء اور اعلیٰ افسران خود اپنے ہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں کفایت شعاری کا مظاہرہ کریں اور جہاں کہیں معلوم ہو کہ اسراف کیا جائے گا۔ حکومت کے ذمہ دار لوگ اس میں شرکت سے انکار کر دیں۔ نیز حکومت ایسے مسرف حضرات کی کسی سطح پر بھی حوصلہ افزائی نہ کرے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ رفتہ رفتہ ساری قوم اسراف اور فضول خرچی کے اس گرداب سے نکل آئے گی اور

اور ہم کفایت شعاری کو اپنا قومی شعار بنانے کے قابل ہو جائیں گے۔

دوسری بات جو ہم سے پوچھی گئی ہے یہ کہ سادگی کو کس طرح اپنایا جائے؟ اس میں سرکاری ملازمین اور علمائے کرام کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اس کے بارے میں جو متفقہ قرارداد پیش ہوئی وہ یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کو قومی لباس پہننے کا جو حکم دیا گیا ہے اسے برقرار رکھا جائے۔ اس سے عام لوگوں میں بھی سادہ لباس پہننے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں طلباء اور طالبات کے لئے بھی سادے قومی لباس کو بطور یونیفارم مقرر کیا جائے تمام تعلیمی اداروں کا ماحول سادہ ہو اور فیسیں معقول سطح پر لائی جائیں۔ سرکاری تقریبات میں حتی الوسع سادگی اور کفایت شعاری سے کام لیا جائے۔ علمائے کرام اپنے خطبات اور مواعظ میں بے جا نمائش اور اسراف سے بچنے کی تلقین فرمائیں۔

تیسری بات جس کے بارے میں ہم سے پوچھا گیا ہے یہ ہے کہ جھوٹ دغا، فریب، خیانت، بدعہدی، غیبت اور دیگر معاشرتی برائیوں کا کس طرح قلع قمع کیا جائے۔

اس بارے میں ہم نے جو متفقہ قرارداد پاس کی ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ معاشرتی خرابیاں جھوٹ، دغا، فریب، خیانت، بدعہدی اور غیبت وغیرہ کا قلع قمع کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ نفاذ تعلیم میں بنیادی تبدیلی لائی جائے باکردار اساتذہ کو طلبا کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کی ذمہ داری سونپی جائے اور انہیں معقول مشاہرہ دیا جائے اور دینی تعلیم دینے والے اساتذہ کے ساتھ مساویانہ اور منصفانہ سلوک کیا جائے۔ اس کے علاوہ سیاست کے ذریعہ پیدا ہونے والی معاشرتی خرابیوں کی روک تھام کے لئے ایک پارلیمانی اخلاقی ضابطہ مرتب کیا جائے اور اس کو اس طرح نافذ کیا جائے کہ اس کی پشت پر مؤثر قوت نافذہ موجود ہو اسی طرح سرکاری مشینری کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے انتظامی ضابطہ اخلاق کا نفاذ ہو جس کی پشت پر بھی ایک مؤثر قوت نافذہ ہو۔ نیز علمائے کرام اپنے خطبات میں اپنی دینی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے لوگوں کو ان برائیوں سے بچنے کے لئے تلقین کریں۔ علمائے کرام اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ خود پیش کریں اور بدکردار لوگوں کا معاشرتی بائیکاٹ کرنے کی فضا تیار کریں۔

چوتھی بات کردار کی قوت پیدا کرنے میں تعلیمی ادارے کیا رول ادا کر سکتے ہیں۔

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم اور مخلوط اجتماعات اور مخرب اخلاق ثقافتی سرگرمیوں کو یکسر ختم کر دیا جائے ثقافتی یوتھ ایکسچینج پروگرام کے تحت پاکستان کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا پاکستان سے باہر بھیجنا اور دوسرے ملکوں سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا پاکستان میں آنا بند کیا جائے۔ پورے نصاب تعلیم میں اسلامی نقطۂ نظر سے ایسے موثر مواد کا اضافہ کیا جائے جس سے طلبا میں اسلامی شعور، اپنی تاریخی عظمت اور نظریہ پاکستان پر افتخار پیدا ہو اور ان کا اسلامی کردار مستحکم ہو۔

پانچویں بات چور بازاری، منافع خوری، رشوت، ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ وغیرہ کے خلاف کیا مؤثر اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔ سرکاری ملازمین میں کس طرح اصول پرستی، دیانت داری اور فرض شناسی کے جذبے کو پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں کس قسم کی تربیت کی ضرورت ہوگی۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ فاشعار ملازمین کو ملازمت کا تحفظ حاصل ہو ان کو مناسب اجرت اور رہائشی سہولت ملے تاکہ وہ باعزت طریقے پر اپنی زندگی بسر کرسکیں۔ کیا سرکاری ملازم کو اپنے افسر کے علاوہ کسی اور ادارے کے سامنے جوابدہ بنانے سے حالات کی بہتری کی توقع کی جاسکتی ہے۔

چور بازاری، منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، رشوت گراں فروشی، ملاوٹ وغیرہ قسم کے جرائم کے خلاف علمائے کرام اپنے خطبات میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاد کریں اور حکومت اس سلسلے میں اپنے قوانین کے نفاذ میں بلا امتیاز سختی سے کام لے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ٹیکسوں کے نظام کو منصفانہ بنایا جائے اور رزق حلال کمانے کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں۔ سرکاری ملازمین میں اصول پرستی، دیانتداری اور حب الوطنی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی تقرری اور ترقی میں علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی پابندی کردار کی پختگی اور نظریہ پاکستان سے وابستگی کو بنیادی شرط قرار دیا جائے۔ ہر ملازم کو اتنی تنخواہ ضرور دی جائے جس سے وہ سادہ اور باعزت زندگی بسر کرسکے۔ ملازمین کے لئے ان کی حیثیت کے مطابق ہر مقام پر رہائش گاہوں کا انتظام کیا جائے اور ایک خاص درجہ تک ان کے بچوں کی تعلیم کا سرکاری سطح پر انتظام ہو اور جہاں تک ممکن ہو انہیں اشیائے ضرورت رعائتی نرخوں پر مہیا کی جائیں۔ ان سہولتوں کی فراہمی کے باوجود اگر کوئی ملازم اعلیٰ ہو یا ادنیٰ رشوت اور بددیانتی سے باز نہ آئے تو اسے سرکاری ملازمین کے ضابطۂ اخلاق کے تحت سخت سزا دی جائے اور شدید قسم کی بددیانتی کی صورت میں اس کی جائیداد ضبط کرلی جائے نیز ہر مرحلے پر سرکاری ملازمین کے

لئے اسلامی تعلیمات پر مبنی ریفریشر کورس کا اہتمام کیا جائے۔ فرض شناس، دیانتدار، دین دار اور نظریہ پاکستان کے وفادار سرکاری ملازموں کو ملازمت کا مکمل تحفظ دیا جائے۔ اور ترقی میں ان اوصاف کے حامل افراد کو ترجیح دی جائے۔

سرکاری ملازمین کو اپنے افسروں کے علاوہ اگر احتساب کے ادارے کے سامنے بھی جوابدہی کا ذمہ دار قرار دیا جائے تو حالات یقیناً بہتر ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت کا کوئی بھی سرکاری نیم سرکاری یا خود مختار ادارہ احتساب سے مستثنیٰ قرار نہ پائے۔

ایک اور بات جس کے بارے میں ہم سے مشورہ پوچھا گیا ہے کہ کیا معیشت کو اسلامی رنگ میں رنگ دینے کے بعد معاشرتی سیاسی ڈھانچے میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ ایک صحت مند سوسائٹی معرض وجود میں آئے۔

اس کے بارے میں ہماری متفقہ قرار داد یہ ہے۔ معیشت کو اسلامی قالب میں مکمل طور پر ڈھالنے کے ساتھ ساتھ معاشی اور سیاسی اداروں کو بھی اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی ضرورت ہوگی۔

آخری بات جو ہم سے پوچھی گئی ہے یہ ہے کہ کیا ایسا بورڈ یا کونسل تشکیل دی جائے جو کم از کم چھ ماہ میں ایک دفعہ محاسبہ کرے اور اگلی ششماہی کا پروگرام مرتب کرے۔ اور یہ ادارہ ملک کا سب سے اونچا ادارہ ہو جس کی صدارت صدر محترم خود فرمائیں ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ یا کونسل کی تجویز نہایت ہی عمدہ تجویز ہے اس سلسلے میں سفارش کی جاتی ہے کہ صدر پاکستان کی صدارت میں ایک مختصر کمیٹی قائم کی جائے جو ضروری اختیارات سے لیس اور اسلامی نظام کے پورے عمل کی نگران ہو یہ کمیٹی تمام حکومتی اداروں سے رابطہ قائم رکھے اور ہر تجویز کے جملہ پہلوؤں کا جائزہ لے کر اسلامی احکام کی روشنی میں قطعی احکامات جاری کرتی رہے اور اس میں عملی نفاذ پر احتسابی نظر رکھے۔

اس کے علاوہ یہ عرض کیا گیا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ عامہ کے ساتھ ساتھ نظام پولیس کو بھی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے لہذا پولیس کی صحیح اسلامی تربیت کے علاوہ پولیس ایکٹ میں نظر ثانی کی جائے اور اس کا استعماری کردار ختم کر کے اسلامی کردار ابھارا جائے۔

آخری بات یہ ہے کہ وزارت مذہبی امور کا نام اور کردار مکمل طور پر تبدیل کیا جائے۔

مذہبی امور کی وزارت ایک لادینی حکومت میں کام کرتی ہے جبکہ اسلامی حکومت میں اسلامی امور کی وزارت ہوتی

چاہیئے۔ جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو۔ اسے کیبنٹ ڈویژن سے بھی زیادہ اہمیت دی جائے۔ یہ اس کمیٹی کے فیصلے نافذ کرے جو صدر پاکستان کی سربراہی میں کام کر رہی ہو گی۔ وزارت انصاف، وزارت داخلہ اور وزارت اطلاعات اس کے ساتھ اس طرح پیوست ہوں کہ وہ ہر بڑے اقدام سے پہلے وزارت اسلامی امور کی رہنمائی حاصل کریں۔

آخر میں عرض کیا گیا ہے کہ اگرچہ ذرائع ابلاغ میں کسی حد تک اصلاح ہوئی ہے لیکن ابھی مزید اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔ ہمیں افسوس سے ساتھ حکومت کے قول و فعل میں تضاد کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے کہ ایک طرف تو وہ فحاشی و عریانی کو ختم کرنے کی مدعی ہے اور دوسری طرف وی سی آر کی کھلی اجازت دے کر نوخیز نسل کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا گیا ہے۔ وی سی آر کو فوری طور پر بند کیا جائے۔ وہ اخبارات اور رسائل جو عریاں نیم عریاں رنگین تصاویر شائع کرکے اپنی اشاعت کو بڑھاتے ہیں ان سے بھی مودبانہ عرض کی جائے کہ خدارا قوم کی نوجوان نسل پر رحم کرو اور ان کے کردار کو بگاڑنے میں حصہ نہ لو۔

یہ چند تجاویز تھیں جو ہم نے بیٹھ کر اور باہمی اتفاق سے صدر محترم کے ایماء پر اور ان کے ارشاد پر ان کی خدمت میں پیش کی ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ صدر محترم ان پر عمل فرمائیں گے اور اس سے معاشرے میں ایک بہتر رجحان پیدا ہوگا اور جن خرابیوں میں ہم مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں نجات عطا فرمائیں۔ آمین۔

اسٹیج سیکرٹری:۔ اب درخواست ہے جناب مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی سے کہ وہ تنفیذ شریعت کمیٹی کی سفارشات پیش فرمائیں

مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ . . . جناب صدر محترم، حضرات علمائے کرام و مشائخ عظام دانشوران ملت اور معزز حاضرین!

نفاذ اسلام کنونشن کی دوسری کمیٹی جس کی خدمت مجھ ناچیز کو سپرد کی گئی تھی وہ تنفیذ شریعت سے متعلق تھی۔ اس کمیٹی کا موضوع بڑا وسیع تھا اور اس کے ارکان کی تعداد بھی اسی کے قریب تھی اور مختصر وقت میں اس وسیع موضوع کا احاطہ دشوار تھا چنانچہ ہم نے کل شام پانچ بجے تک جو سفارشات متفقہ طور پر منظور ہوئی تھیں وہ پہلی قسط کے طور پر روانہ کر دی گئی تھیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ عرض کر دیا گیا تھا کہ اجلاس چونکہ ابھی جاری ہے اور متعدد سفارشات ابھی آ رہی ہیں اس لئے حتمی رپورٹ اجلاس کے اختتام پر رات کے وقت مرتب کی جائے گی۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور اب یہ حتمی رپورٹ میں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

نفاذِ اسلام کنونشن کی کمیٹی نمبر ۲ جو تنفیذ شریعت کے موضوع سے متعلق تھی اس کا اجلاس مجلس شوریٰ ہال میں بارہ بجے دوپہر شروع ہوا اور وقفوں کے ساتھ چھ بجے شام تک جاری رہا۔ اس اجلاس میں تقریباً اسی حضرات نے شرکت فرمائی اور پچیس سے زائد علمائے کرام اور مفکرین نے بحث میں حصّہ لیا۔ اس بحث و تمحیص کے نتیجے میں متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور فرمائیں۔

مختلف مکاتب فکر کے علمائے پاکستان کا یہ اجلاس اس بات پر اپنی مسرت کا اظہار کرتا ہے۔ کہ پچھلے دنوں سرکاری سطح پر نفاذ اسلام کی جانب بعض ایسے اقدامات عمل میں آئے جو امت کی اُمنگوں کے عین مطابق تھے۔ ساتھ ہی یہ اجلاس اس بات پر بھی اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ حالیہ ریفرنڈم میں پوری قوم نے نفاذ اسلام کو ملک کا اصل مقصود قرار دے کر ایک مرتبہ پھر نفاذ اسلام کا عہد تازہ کر دیا گیا ہے لیکن یہ سمجھتا ہے کہ اس ریفرنڈم کے بعد حکومت کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب وہ صرف اپنی ذاتی افتاد طبع کی بنا پر نہیں بلکہ پوری قوم کے تفویض کردہ فریضہ کی بنا پر اس بات کی پابند ہے کہ ملک میں صحیح اور سچا اسلامی نظام قائم کرے۔ اجلاس دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو اس نازک فریضہ کی ادائیگی کی توفیق اور اس میں خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے۔ تنفیذ شریعت کے متعلق کنونشن کو جو ذمہ داری سونپی گئی ہے یہ اجلاس اس سلسلے میں سب سے پہلے اس بات کو ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہے۔ کہ ۱۱، ۱۲ جنوری ۱۹۸۳ء کو منعقد ہونے والے علما کنونشن کی جامع اور ہمہ جہتی سفارشات پر عملدرآمد کی رفتار نہایت غیر تسلی بخش رہی ہے۔ اس سلسلے میں کنونشن کے تمام ارکان کے سامنے تحریری شکل میں ان سفارشات کی روئداد پیش رفت کے عنوان سے جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ نہ صرف ناکافی، غیر اطمینان بخش بلکہ بعض جگہ انتہائی افسوسناک ہے۔ کیونکہ اگر اہل علم اور اہل فکر کے ایسے نمائندہ اجتماعات متفقہ طور پر سفارشات کو اس طرح کسی ایک فرد کی ذاتی رائے پر بیک جنبش قلم نظر انداز کرنے کی نظیر قائم ہوئی تو یہ اجتماعات یکسر بے اثر ہو کر رہ جائیں گے لہذا یہ کمیٹی متفقہ طور پر ان تمام سفارشات کا دوبارہ پوری اہمیت کے ساتھ اعادہ کرتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ ان سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور اگر کوئی عملی دشواری حائل ہو تو اسلامی نظریاتی کونسل یا ملک کے دوسرے علماء اور اہل فکر کو اعتماد میں لے کر اس دشواری کا حل نکالا جائے۔ علما کنونشن ۱۹۸۴ء کی تمام سفارشات کے علاوہ کمیٹی نے مندرجہ ذیل سفارشات بھی متفقہ طور پر منظور کی ہیں۔

نمبر ۱۔ ملک کے ہر شعبے میں شریعت کی مکمل بالادستی قائم کی جائے اور اسلامی قانون پر کسی بھی قانون کو کسی بھی حیثیت سے بالادستی حاصل نہ ہو۔ اس غرض کے لئے ملک میں جو تین قسم کا نظام قانون جاری ہے اس کو ختم کر کے صرف ایک شریعت کا قانون باقی رکھا

جائے اور کسی معین قریبی تاریخ سے مکمل طور پر اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ مروجہ قوانین سے صرف اس حد تک مدد لی جائے جس حد تک وہ قرآن و سنت سے متصادم نہ ہوں اور عدالتوں کو پابند کیا جائے کہ ہر معاملے میں شریعت کے مطابق فیصلے کریں

نمبر ۲ - مجوزہ قاضی کورٹس کو بھی ماسوائے شریعت کے کسی اور قانون کا پابند نہ کیا جائے اور اس میں صرف ایسے قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا جائے جو اسلامی احکام سے پوری طرح باخبر ہوں۔ اگر ان عدالتوں میں بھی ایسے افراد متعین کئے گئے جو اسلامی علوم سے واقف نہ ہوں یا ان کا کردار اسلام کے مطابق نہ ہو تو اس سے ان عدالتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

نمبر ۳ - قرارداد مقاصد کو دستور کا جزو قرار دینے اور اس کی خلاف ورزی کو عدالت میں قابل چیلنج بنانے کے سلسلے میں جو اعلان جناب صدر محترم نے ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء کو کیا تھا وہ ملک کے مقصد وجود کے عین مطابق تھا لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہو سکا ہے اس پر فی الفور عمل کیا جائے۔

نمبر ۴ - جیسا کہ پچھلے علماء کنونشن میں بھی سفارش کی گئی تھی کہ نفاذ اسلام کے عمل کو تیز تر کرنے کے لئے ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ کوئی ایسا نگران تنفیذی ادارہ براہ راست صدر مملکت کی زیر نگرانی قائم ہونا چاہیئے جو زندگی کے مختلف شعبوں میں نفاذ اسلام کی پیش رفت پر کڑی نظر رکھے اور جہاں کہیں کوتاہی یا کمی نظر آئے اس کو دور کرنے کے لئے متعلقہ اداروں کو متنبہ کرے، کچھ رکاوٹیں ہوں تو انہیں دور کریں اور اس ادارے کو اس بات کا بھی اختیار ہونا ضروری ہے کہ وہ طے شدہ امور کے بارے میں متعلقہ حلقوں کو نہ صرف متنبہ کر سکے بلکہ بوقت باز پرس بھی کر سکے۔

نمبر ۵ - ناظمین صلوٰۃ کا تقرر ایک خوش آئند قدم ہے لیکن بہ حالت موجودہ ان کا دائرہ عمل بہت محدود اور غیر موثر ہے اس نظام کو وسیع کر کے اس کو اسلام کے نظام حسبہ کے سانچے میں ڈھالا جائے جس کی تفصیلات اسلامی نظریاتی کونسل یا وہ تنفیذی ادارہ طے کر سکتا ہے جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ میں کیا گیا ہے۔

نمبر ۶ قوانین کی تدوین بہ حالت موجودہ وزارت عدل و پارلیمانی امور کے سپرد ہے اور جو بھی اسلامی قانون نافذ کیا جائے وہ تکمیل کے لئے اسی وزارت میں جاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ وزارت عدل میں ایسے افراد کو اسلامی قوانین کی تدوین کے لئے مقرر کیا جائے جو اسلامی قوانین سے کما حقہ باخبر ہوں۔ سابقہ علماء کنونشن کی قراردادوں کے مطابق تمام ملکی قوانین جو اسلام کے بنیادی تصورات سے متعلق ہیں ان کو اردو میں از سر نو مدون کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر اسلامی قانون کی روح منعکس نہیں ہو سکتی مثلاً مال ہی

میں جو قانون شہادت نافذ ہوا ہے وہ چند دفعات کے ماسوا سابقہ قانون ہی کی ترتیب نو ہے جس سے اسلامی قانون شہادت کے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

نمبر ۷۔ اسلامی نظام عدل کے قیام اور لوگوں کے لئے حصول انصاف کو سہل بنانے کے لئے یہ بات ناگزیر ہے کہ موجودہ ضابطۂ عدالت کو خواہ وہ دیوانی ہو یا فوجداری خالصتاً اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے۔ نیز مجرموں کو سزا دینے کے لئے قرآن حکیم کے احکام کے مطابق علی الاعلان سزا دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے اور تمام جسمانی سزائیں جیل کی چار دیواری کی بجائے برسر عام دی جائیں

نمبر ۸۔ موجودہ مشاورتی سسٹم کو ختم کر کے قاضی کے فرائض و اختیار میں یہ بات شامل کی جائے کہ وہ صرف فریقین کا متنازعہ نمٹانے کا نہیں بلکہ حق کی کماحقہ تحقیق اور انصاف پہنچانے کا پابند ہے۔

نمبر ۹۔ حکومت کی طرف سے اندرون ملک مالی معاملات میں ۳۰ جون ۱۹۸۵ء تک سود کے مکمل خاتمے کا اعلان بلاشبہ نہایت خوش آئند قدم ہے نیز علماء کی تجویز کے مطابق مارک اپ سے اور مارک اپ کا نظام ختم کر کے قابل تعریف قدم اٹھایا گیا ہے لیکن سود کے خاتمے کے بعد متبادل غیر سودی نظام کے جو دوسرے خدوخال اب تک سامنے آئے ہیں ان کے کچھ پہلو نہایت تشویشناک ہیں اور بعض پہلو تو صریحاً شریعت سے متصادم نظر آتے ہیں یہ صورت حال اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ متبادل نظام وضع کرتے وقت علمائے کرام کی آراء سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے۔ حکومت کے تجویز کردہ متبادل نظام پر عامۃ المسلمین کو اس وقت اعتماد ہو سکتا ہے جب یہ سارا عمل ملک کے مستند اور جید اہل علم اور ماہرین معاشیات کی نگرانی اور مشورے سے ہو اس سلسلے میں بعض مسلم ممالک میں قائم شدہ اسلامی بینکاری اداروں کے شریعت بورڈ کا خاکہ ہمارے ہاں بھی اپنایا جا سکتا ہے۔ دنیا کے مختلف اسلامی ممالک میں اسلامی بنک قائم ہوئے ہیں۔ ان میں ہر ایک بنک کے اندر ایک شریعت بورڈ رکھا گیا ہے اس غرض سے کہ وہ جو بھی کوئی نئی سکیم شروع ہو تو اس کی شریعت کی روشنی میں جائزہ لے اور شریعت کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کر کے اور پھر بنک اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

نمبر ۱۰۔ سود کے خاتمے اور زکوٰۃ و عشر کے نظام کا قیام اسلامی معاشی نظام کو قائم کرنے میں نہایت اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا غلطی ہو گی کہ محض ان اقدامات سے اسلام کا پورا معاشی نظام وجود میں آ جائے گا۔ اسلام کے معاشی نظام کو اس کی جامع اور مکمل شکل میں نافذ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کے معاشی استحصال کا خاتمہ کیا جائے اور ایسے اقدامات کئے جائیں کہ کام کرنے والے ہر فرد قابل کو کام کرنے کے مواقع مل سکیں۔ بلاسودی نظام کی کامیابی کے لئے ٹیکسوں کے نظام پر عموماً اور انکم ٹیکس کے نظام پر خصوصاً فوری

طور پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، زکوٰۃ و عشر کا نظام بھی ابھی تک اپنے پورے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکا۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی وہ تمام سفارشات جواب تک محتاج تنفیذ ہیں ان سب پر عمل درآمد کیا جائے۔

نمبر ۱۱ - نظام اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو نظام تعلیم میں اصلاحات ہیں۔ ہمارا موجودہ نظام تعلیم ایک ثنویت اور دوئی کی بنیاد پر قائم ہے۔ ایک طرف مغرب کے علوم و فنون پڑھائے جا رہے ہیں جن کی بنیاد یورپ کے لادینی نظریات پر ہے۔ دوسری طرف بعض ایسے ادارے اور شعبے قائم ہیں جو محدود سطح پر اسلامی علوم و فنون کی ترویج کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اسلام کے لئے محض ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام، اسلامیات کے محض ایک پرچے کے اضافے یا ایسے دوسرے جزوی اقدامات کافی نہیں ہوں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا پورا نظام تعلیم اسلامی خطوط پر استوار ہو۔ ملک کی ہر یونیورسٹی اسلامی یونیورسٹی ہو۔ ملک کا ہر لا کالج کلیۃ الشریعہ ہو اور ہر کالج اسلامی کالج ہو۔ اگر فوری طور پر ہر یونیورسٹی کے نظام اور طریقہ کار میں بنیادی تبدیلیاں لانا ممکن نہ ہوں تو سر دست ملک کے چاروں صوبوں میں ایک ایک اسلامی یونیورسٹی اور ہر بڑے شہر میں کلیۃ الشریعۃ قائم کیا جائے۔

نمبر ۱۲ - فحاشی، عریانی اور بے پردگی کے سدباب کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں اور تمام ذرائع ابلاغ سے تضاد اور تناقض کا خاتمہ کیا جائے۔ آگے کچھ تجاویز ایسی ہیں جو اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تجاویز کے اندر آ چکی ہیں۔ اس لئے میں اس کا تکرار کر کے وقت زیادہ نہیں لینا چاہتا

نمبر ۱۳ - عدالتوں میں مقدمات کی کثرت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ججوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔ ججوں کی تنخواہوں اور مراعات میں بھی اضافہ کیا جائے۔ اس ضمن میں ایک تجویز یہ بھی آئی کہ ججوں کا معاوضہ ان کے نبٹائے ہوئے مقدمات کی تعداد کے حساب سے ادا کیا جائے۔

نمبر ۱۴ - ہمارے ہاں جیلیں، جرائم کی تربیت گاہیں بن کر رہ گئی ہیں جس سے جیل کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر جیل میں تعلیم و تربیت کا بنیادی انتظام کیا جائے۔

نمبر ۱۵ - انعامی بانڈز ریڈ کراس ٹکٹ اور دوسری وہ سکیمیں جن کی بنیاد قمار پر ہے ختم کر دی جائیں۔

نمبر ۱۶ - سرکاری افسران کے ذہنوں کو تبدیل کرنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تربیت کے لئے خصوصی ریفریشر کورس کا انتظام کیا جائے۔

نمبر ۱۷ - شناختی کارڈوں پر مذہب کا اندراج کیا جائے تاکہ کوئی شخص اپنے مذہب کے بارے میں دھوکہ نہ دے سکے۔

نمبر ۱۸ - مقابلے کے امتحانات میں اسلامی علوم و فنون کو مناسب موثر حصہ دیا جائے اور اعلیٰ ملازمتوں کے لئے امیدواروں کا انتخاب کرتے

وقت یا ان کی ترقی کا فیصلہ کرتے وقت ان کی دینداری اور خدا ترسی کو بنیادی اہمیت دی جائے۔ یہ وہ اٹھارہ تجاویز تھیں جو اس کمیٹی میں متفقہ طور پر منظور ہوئیں اس کے علاوہ بعض ارکان نے انفرادی طور پر جو تجاویز پیش کیں جن پر دوسرے ارکان کو بحث کا موقعہ نہیں ملا۔ ان میں سے چند یہ ہیں کہ اسلامی قانون سازی اور نفاذ شریعت کے طریقہ کار کے بارے میں موجود غلط فہمیوں کو ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور واضح طور پر متعین کرنے کے لئے علماء کے مشہور بائیس نکات کی طرز پر ایک ایسی جامع دستاویز مرتب کی جائے۔ جس کو نفاذ شریعت کے قومی منشور کی حیثیت حاصل ہو۔

۲ سینیٹ میں ماہرین اور مختصین کے مختلف ایوان قائم کر کے سینیٹ اور قومی اسمبلی کے مابین اختیارات کی وہ تقسیم رائج کی جائے جو ۱۹۵۴ء کے مسودہ دستور میں رکھی گئی تھی۔ سینیٹ کے یہ ارکان صوبائی سطح پر حلقہ ہائے انتخاب قائم کر کے ہر صوبے سے یکساں تعداد میں لئے جائیں۔

۳۔ سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں موجودہ فرق کم سے کم کیا جائے۔ چھوٹے طبقے کی تنخواہ کا تعین ملک میں افراط زر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر سال کیا جائے۔

۴۔ وفاقی محتسب اعلیٰ کی عملداری کو بڑھایا جائے اور صوبوں میں فی الفور صوبائی محتسب قائم کئے جائیں۔

۵۔ منظور شدہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء کو عدالتوں میں پیش ہو کر وکالت کی اجازت دی جائے۔ تاکہ وہ زیر بحث مقدمے کی شرعی نوعیت کو عدالت پر واضح کر سکیں۔

یہ پانچ تجاویز ایسی تھیں جو انفرادی طور پر ارکان نے پیش کیں۔ لیکن دوسرے ارکان کو ان پر بحث کا موقعہ نہیں ملا۔ ان کی خواہش تھی کہ انفرادی تجاویز کی ہی حیثیت میں ان کو ایوان میں پیش کر دیا جائے اس لئے ان کو پیش کر دیا گیا ہے اور ان تجاویز کے ساتھ کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرتب کی اور میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تجاویز اور سفارشات پر کما حقہ عملدرآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اسلامی نظام کی منزل سے قریب سے قریب تر ہونے کی توفیق بخشے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جناب سٹیج سیکرٹری:۔ اب وحدت امت کمیٹی کی سفارشات پیش کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ علامہ محمد رضی مجتہد صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صدر محترم، معزز وزیر اطلاعات و نشریات محترم سیکرٹری وزارت مذہبی امور مشائخ عظام، معزز علماء کرام اور محترم دانشور حضرات۔

اس وقت مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ میں ایک محدود مجمع سے خطاب نہیں کر رہا بلکہ میری نظر میں یہ مجمع کروڑوں افراد پر مشتمل ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک بڑی جماعت کا نمائندہ ہے۔ پاکستان کے بچے بچے کی نمائندگی ہو رہی ہے اس لئے کل پاکستان سے میرا خطاب ہے صرف اس مجمع سے نہیں اور اس مجمع میں وہ بھی ہیں جن کا تعلق پاکستان کے باہر پوری دنیا سے ہے۔ اس لئے ان سے بھی خطاب ہے۔ تو یہ ایک بڑا اہم اجتماع ہے جو خوش قسمتی سے اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

وحدت امہ کے سلسلے میں کل اس کمیٹی کا اجلاس ہوا تھا اس میں کل باسٹھ مندوبین نے شرکت فرمائی جن میں سے چھتیس اراکین اور اور چیئرمینوں نے خطاب کیا جبکہ انتیس اراکین اور شرکاء کی طرف سے تحریری تجاویز موصول ہوئیں۔ اجلاس کی کارروائی تین گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی۔ شرکاء نے یگانگت کے ماحول میں پوری کارروائی نہایت صبر و تحمل اور سکون سے سُنی۔ ہر رکن نے اپنی باری آنے پر نہایت شستہ اور اچھے انداز میں اپنی تجاویز کمیٹی کے سامنے پیش کیں۔ زبانی پیش کردہ اور تحریری طور پر موصول شدہ تجاویز بالاختصار بھی عرض کی جائیں گی۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کے اجتماعات ہوئے ہیں ان میں بھی بہت سی چیزیں ہمارے سامنے آئی تھیں اور بہت سے ریزولیوشن پاس کئے گئے تھے لیکن لوگوں نے ہم سے یہ پوچھا کہ اب تک ان پر عملدرآمد کیوں نہیں ہوا اور جس تیزی کے ساتھ اور جس تکمیل کے ساتھ امید تھی وہ چیز سامنے کیوں نہیں آئی۔ کون سے مواقع تھے اس کے اندر میں تفصیل سے ان کا جواب نہیں دے سکا۔

اس اجتماع میں بھی جو انتہائی اہم اور یہ پہلا اجتماع ہے جو ریفرنڈم کے بعد اور اس چیز کے بعد کہ پوری قوم نے صدر ضیاء الحق صاحب کو ان کی عظیم اور پر خلوص خدمات کے سلسلے میں ان کو پانچ سال کا اور موقع دیا ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ کی تکمیل کریں۔ یہ پہلا اجتماع ہے اور اس پر پوری قوم کی نظریں لگی ہوئی ہیں کہ اس اجتماع کے بعد ہم یہ دیکھیں کہ تنفیذ اسلام صرف قانون کے اندر رہتی ہے یا عوام میں بھی آتی ہے۔ ہم سڑکوں پر، میدانوں میں، محفلوں میں، اجتماعات میں دیکھنا چاہتے ہیں، ہم صنف نازک اور صنف رجال دونوں کے اجتماعات میں دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی زندگی کے ہر پہلو میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان تجاویز کا عملی صورت سے مظاہرہ کس طرح ہو رہا ہے، یہ چیز جس کے لئے کمیٹی بنائی گئی ہے اتحاد ملت اور فرقہ واریت کا استیصال جو گھن کی طرح اس قوم کو کھائے جا رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب مسلمان حج کے لئے جاتے ہیں تو وہاں کوئی اختلاف نہیں۔ وہاں سب ایک پلیٹ فارم پر ہوتے ہیں اور سب ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن بیت اللہ کے گھر سے اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اس اتحاد کے عظیم مظاہرے کے بعد اپنے اپنے وطنوں کو واپس آتے ہیں تو وہی ایک سبق اختلاف کا، انتشار کا یہ ہماری زبانوں اور ہمارے عمل پر ہوتا ہے۔ ہر سال یہ مظاہرہ ہوتا ہے۔

وہاں اتفاق اور یہاں انتشار۔ اگر آج سرور دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں تو امت مسلمہ کیا جواب دے گی۔ وہ الفاظ تاریخ کے سینے میں اتر چکے ہیں جو کبھی مٹ نہیں سکتے۔ کلکم من آدم و آدم من تراب . . . . تم جتنے مسلمان ہو وہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کے فرزند ہو۔ اور آدم مٹی سے ہیں اس لئے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم . . . . . . تم میں بلند ترین وہ ہے اعام لوگوں کی نظر میں نہیں بلکہ اس کی نظر میں جو انسانوں کا خالق ہے، جس میں تقویٰ ہو، جو اللہ سے ڈرتا ہو، جس کے دل میں خلوص ہو، جو خدا کی عظمت کو پہچانتا ہو۔ جو دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مسئلے کو اللہ کے حکم کے سامنے ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دیتا ہو۔ وہ ہے باعزت اللہ کی بارگاہ میں اور کوئی دوسرا نہیں چاہے وہ کسی کرسی پر بیٹھا ہوا ہو۔

اس سلسلہ میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کو میں آپ کے سامنے پڑھے دیتا ہوں۔

۱ ۔ تمام ممالک کے جید علماء کرام اور مسلم ماہر دانشوروں پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا جائے جو ہر طرح سے با اختیار ہو اور اسے اپنے فیصلے نافذ کرنے کا پورا پورا اختیار حاصل ہو۔

۲ ۔ یہ بورڈ ملک میں چھپنے یا کسی ذریعے سے نشر ہونے والے مذہبی اور دینی لٹریچر کا جائزہ لے کر اسے چھپنے یا نشر ہونے کے لئے موزوں یا غیر موزوں قرار دے۔

۳ ۔ یہ بورڈ پاکستان میں باہر سے آنے والے رسائل، کتب اور دوسرے لٹریچر کا جائزہ لے کر اسے ملک میں داخل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرے۔

۴ ۔ یہ بورڈ اسلامیات کا نصاب تجویز کرے اور اسلامیات پڑھانے کے لئے اساتذہ کی اولیت کا تعین کرے۔

۵ ۔ نیز ایسے عام اجلاسوں اور اجتماعات کا اہتمام کرے جس میں ہر مسلک کے علماء شریک ہو کر اتحاد بین المسلمین کا عملی درس دیں۔

۶ ۔ اس بورڈ کی شاخیں صوبائی، ڈویژنل، ضلعی اور تحصیل کی سطح پر تشکیل دی جائیں۔

۷ ۔ جیسا کہ گذشتہ سال بھی تجویز کیا گیا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر پابندی عائد کی جائے۔ لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو مسجد یا عبادت گاہ یا کسی دوسری مذہبی جگہ کی چار دیواری تک محدود کر دیا جائے۔ صرف آذان اور عربی خطبے کے لئے مسجد کے باہر والے لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔

۸ ۔ قرآن کریم کی ایسی آیات اور احادیث نبوی جمع کی جائیں جو اتحاد ملت کا درس دیتی ہوں۔ ایسی آیات اور احادیث کو سہل اور رواں اردو اور انگریزی میں ترجمے کے ساتھ خوبصورتی سے طبع کر کے مفت تقسیم کیا جائے۔

۹ ۔ جھنڈا فرقہ واریت کو اجاگر کرنے اور ہوا دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے ملک میں پاکستان کے قومی جھنڈے کے علاوہ ہر قسم کے جھنڈوں کو لہرانے، لیکر چلنے اور آویزاں کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔

۱۰ ۔ ملک میں چھپنے والے ہر مسلک کے ترجمان رسالوں اور اخبارات کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنے مسلک کو مثبت انداز میں پیش کریں اور دوسرے کے مسلک کو ہدف تنقید نہ بنائیں۔

۱۱ ۔ خطبہ حجۃ الوداع کو نصاب میں شامل کیا جائے اور ابتدائی کلاسوں سے اعلیٰ کلاسوں تک پڑھایا جائے۔

۱۲ ۔ دینی مدارس کے نصاب میں ایک فقہ کی بجائے تمام ممالک کی فقہیں پڑھائی جائیں۔

۱۳ ۔ وحدت امہ کا عملی مظاہرہ کرنے کے لئے جمعہ اور عیدین کی نمازیں دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں ایک مقام پر ادا کی جائیں۔ جبکہ بڑے شہروں میں بلالحاظ مسلک زیادہ جگہوں پر نماز ادا کی جائے جس میں ہر مسلک کے لوگ شریک ہوں اور اتحاد امت کا عملی ثبوت دیں۔

۱۴ ۔ ایسا قانون نافذ کیا جائے جس کی رو سے تقریر یا تحریر کے ذریعے فرقہ واریت پھیلانے والوں کو کڑی سزا دی جائے۔

۱۵ ۔ مصنفین، مقررین اور ذاکروں کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مرتب کیا جائے اور انہیں اس کا پابند بنایا جائے۔

۱۶ ۔ وزارت مذہبی امور کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مناسبت سے کوئی نام رکھا جائے۔

۱۷ ۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مقررین اور ذاکروں پر پابندی عائد کی جائے۔ باہمی احترام اور اسلام کے اخلاقی اصولوں کو اپنا کر وحدت ملی کا عملی مظاہرہ کیا جائے۔

۱۹ ۔ مشنری اداروں کی ہر گرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور انہیں ایسا لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت نہ دی جائے جو وحدت ملت کو پارہ پارہ کر دے۔

۲۰ ۔ اسلامی یونیورسٹی میں علماء کی تربیت کا مختصر مدت کا کورس شروع کیا جائے جس میں تقابل ادیان اور وحدت ملت کے مضامین کو بنیادی حیثیت حاصل ہو نیز اس مقصد کے لئے مزید ادارے قائم کئے جائیں۔

۲۱۔ مناظروں، مجادلوں اور ایک دوسرے کے خلاف اشتہار بازی پر پابندی عائد کی جائے۔

۲۲۔ اسلام اور نظریہ پاکستان کی تعلیم کے لئے مسلمان اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ جن تعلیمی اداروں میں غیر مسلم اساتذہ بالخصوص قادیانی یہ مضامین پڑھا رہے ہیں ان کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور یہ کام فوراً مسلمان اساتذہ کے سپرد کیا جائے۔

۲۳۔ تمام مکاتب فکر کے متفقہ ۲۲ نکات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

۲۴۔ وزارت مذہبی امور جمعہ اور عیدین کے خطبات مرتب کر کے تقسیم کرے اور علماء کرام کو ان خطبات کی پابندی کرنے کی ترغیب دے۔

۲۵۔ تمام مساجد کے افراد اپنے آپ کو مسلک کے نام کی بجائے مسلمان یا مسلم کے نام کو ترجیح دیں۔

۲۶۔ بیرونی نظریات مثلاً کمیونزم، اشتراکیت، مغربیت اور دیگر غیر اسلامی نظریات کی ترویج اور اشاعت پر پابندی عائد کی جائے۔

۲۷۔ آئمہ مساجد اور خطباء کے لئے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے۔ دینی مدارس کے نصاب پر نظر ثانی کی جائے اور جدید عصری علوم اس میں شامل کئے جائیں۔ حکومت پاکستان ایسے اجتماعات کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرے جن سے وحدت ملی کے مقصد کو تقویت حاصل ہو۔

۲۸۔ اسلام نافذ کرنے والے اداروں، وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقاتی اسلامی کو ہر طرح سے خود مختار اور فعال بنایا جائے اور ان کی سفارشات پر عمل درآمد کیا جائے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ ہم سب لازمی طور پر اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعل راہ بنائیں۔

ایک تجویز مولانا عبدالعزیز عرفی نے پیش کی تھی اس کو میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں :۔

"ہم شرکاء نفاذ اسلام کنونشن ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء منعقدہ اسلام آباد بروز بدھ، جمعرات اللہ تعالیٰ کے حضور درج ذیل باتوں کا عہد کرتے ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ مسلمانان پاکستان کے لئے بقاء پاکستان اور احیائے اسلام کی خاطر باہمی اختلافات کو ختم کرنا ضروری ہے۔ لہذا اس امر کی جانب ابتداء کرتے ہوئے ہم شرکاء کنونشن اپنے اختلافات کو ختم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور اپنے اپنے مسالک کے لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی اپنی مساجد، خانقاہوں اور مدرسوں کے اجتماع میں اس طرح کے اعلان کریں۔ ہم اس

امر کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اللہ کے بعد بزرگ ترین ہے آپ جیسی صفات کا بشر نہ آپ سے پہلے کوئی ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا آپ ہی سید البشر ہیں۔ ہم اس امر حق کا بصمیم قلب اعلان کرتے ہیں کہ ہم اول اور آخر مسلمان ہیں اور فروعی اختلافات کی کوئی اہمیت نہیں ہونی چاہیئے" یہ ایک تجویز تھی میرے خیال میں آپ حضرات کو اس سے پورا اتفاق ہوگا۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ کسی مرحلہ پر ہم کو فرقہ داریت کو ہوا نہیں دینی چاہیئے اور جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں اور آپ حضرات تو ظاہر ہے اس سے آپ کا کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا۔ آپ مصلحین میں سے ہیں آپ غور سے دیکھیں اور جن جن حلقوں میں اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں ان کو رفع کرنا حکومت کا فرض تو بعد میں ہے آپ حضرات کا فرض اولین ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمے اصلاحِ امت کا کام سپرد کیا ہے۔

تو ہمارا دین، دین اسلام ہے۔ اسلام دینِ محبت ہے دین نفرت نہیں

(عربی) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

ترجمہ: "جتنے مسلمان ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ۔

"سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

سرور کائنات کی حدیث ہے آپ حضرات جانتے ہوں گے۔" وہ ہم میں سے نہیں جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں۔ ہمسایہ کوئی بھی ہو مسلمان یا غیر مسلم ہو اتنی اہمیت جس میں سلم، امن اور امن وامان پر دی ہے۔ صلح و آشتی پر دی ہے۔ گلی گلی ہم میں ہمارے عوام میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ان جھگڑوں کو مٹانے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دیں اپنا چین اور آرام اس کے لئے وقف کر دیں اور جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے اسے ہم قربان کر دیں ہم نہ حکومت کی طرف دیکھیں اور نہ بنک بیلنس رکھنے والوں کو دیکھیں ہم میں جو طاقت ہے جو قوت ہے خواہ وہ علمی قوت ہو خواہ وہ عالی قوت ہو ہم اسے قربان کر

دیں اور اس چیز کو خاص طور پر پاکستان کے اندر مٹا دیں۔ ہم دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کر دیں کہ سچے مسلمان اس طرح ہوتے ہیں۔ جنہوں نے پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے۔ جس وقت غیر مسلم طاقتیں مسلمانوں پر حملہ کرتی ہیں اور ان کے گولے پڑتے ہیں ان کی چھریاں چلتی ہیں ان کے ہتھیار چلتے ہیں تو وہ یہ نہیں پوچھتے کہ جناب شیعہ ہیں، سنی ہیں۔ ان کا گولہ کبھی تفریق نہیں کرتا ان کے حملے کبھی تفریق نہیں کرتے۔ وہاں تو سبھی ایک ساتھ ہی مرتے ہیں اس لئے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔

آج ہم کو سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے جتنے بھی اختلافات اور اس سے جتنی بھی تباہیاں ہیں ان سے غیر مسلم قومیں اور اسلام دشمن لوگ خوش ہوتے ہیں یہ ان کی کامیابی ہے وہ وہاں بیٹھ کر دیکھ رہے ہیں کہ جو چیز ان کا اصلی مقصد تھا وہ خود بخود حاصل ہو رہا ہے۔ ہم اپنے اختلافات سے ان کو تقویت دے رہے ہیں اور اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک سے بگڑا ہوا ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے۔ اس لئے ان سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیئے کہ مل جل کر اسلام کی خدمت کی جاتے اور اس تحریک کو کامیاب کیا جائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

جناب سٹیج سیکرٹری: اب استدعا ہے جناب دوست محمد فیضی صاحب سے کہ وہ اپنی کمیٹی رفاہیت عامہ کی سفارشات پیش فرمائیں۔

جناب دوست محمد فیضی[1]: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: علماء کرام کے اس عظیم اجتماع کے سامنے خطاب کرنے کا موقع میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ مجھے اپنی خوش قسمتی پر ناز بھی ہے اور اپنی کم علمی کا احساس بھی۔ اس مرحلے پر میں رب کائنات سے مدد کا طلب گار ہوں۔

صدر ذی وقار،
علماء کرام،
حاضرین محترم،

---

[1] برادر بشیر حسین ناظم   وزیر مذہبی امور حکومت سندھ

السلام علیکم : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی دعا کو محبوب اور مقبول بنایا ہے جو طوافِ کعبہ کے وقت ہر چکر میں پڑھی جاتی ہے وہ دعا ہے :۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

ترجمہ : اے رب کائنات آپ ہمیں ہماری دنیا بھی بہتر فرما دیجئے اور ہمیں آخرت میں بھی سرخروئی ہو۔

صدر محترم :۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد یہی ہے کہ گوشہ نشینی یا رہبانیت اختیار کرنے یا تارک الدنیا ہو جانے کی بجائے دنیا میں رہتے ہوتے دنیا کی آسائشوں سے بچا جائے ۔ اور عزت نفس کو برقرار رکھتے ہوئے اشرف المخلوقات کے شایانِ شان زندگی گزاری جائے ۔ فارسی شعر

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

صدرِ گرامی :۔ یہ پہلا موقع ہے کہ علماء کے اس اجتماع میں رفاہ عامہ کے موضوع پر بھی ایک کمیٹی قائم کی گئی اور اس نے اپنی سفارشات مرتب کیں اور اس کمیٹی کے قیام کی ضرورت شاید اس لئے پیش آئی کہ کچھ لوگ بجا طور پہ یہ کہنے لگے تھے کہ سات سال کے اس یادگار تاریخی عرصہ میں بے شک عوام کا قبلہ درست ہوا ملک سے ان کا نظریاتی تعلق بھی مستحکم ہوا ۔ ارکانِ دین پہ عمل بھی بڑھا دین اور وطن کی طرف سے عائد شدہ ذمہ داریوں کا احساس بھی بیدار رہا ۔ اخلاقی بندشیں بھی عائد ہوئیں اور لوگوں نے خود کو کچھ حدود اور قیود کا پابند بھی محسوس کیا یہ سب کچھ ہوا مگر اس کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کا جو فیض ایک خوشگوار انقلاب کی صورت میں ایک عام انسان کی زندگی میں ظاہر ہونا چاہیئے تھا ۔ وہ اس سے اب تک محروم ہیں اور میری کمیٹی کی رائے میں جناب والا یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم رفاہِ عامہ کے منصوبوں کو اپنی ترجیحات میں زیادہ بہتر اور زیادہ اہم مقام عطا کریں گے ۔

صدرِ گرامی :۔ میری کمیٹی میں جو علماء ، فقہاء ، مدرس ، مجتہد اور دانشور تشریف فرما تھے انہوں نے کچھ تجویزیں پیش فرمائیں جنہیں اگر وسائل کی کمی کے باوجود فوری طور پر روبہ عمل نہ لایا گیا تو خطرہ ہے کہ

اسلامی نظام کی طرف اٹھی ہوئی پر امید نظریں کہیں مایوسی کی سوچ کا شکار نہ ہو جائیں۔

کمیٹی نے سب سے پہلے رفاہ عامہ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک بہتر معاشی نظام کے قیام پر زور دیا۔ تجویز کیا گیا ہے کہ اس حقیقی معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ رزق حرام کے دروازے مکمل طور پر بند کئے جائیں خوف خدا بیدار کرنے کے لئے تبلیغ اور ابلاغ کے تمام ذرائع کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے مصنوعی معیار زندگی کے حصول کی دوڑ میں جائز و ناجائز کے فرق کو بھول جانے کی روش کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

اور غربت و امارت کی بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے لئے ایسے اقدامات کئے جائیں کہ قومی دولت کے فوائد صرف حکومت، سرکاری اداروں اور بڑے سرمایہ کاروں تک محدود رہنے کی بجائے عام لوگوں تک باآسانی پہنچ سکیں۔

جناب صدر میری کمیٹی کے خیال میں ایسا اسی وقت ممکن ہے کہ جب سودی نظام معیشت کو بالکل طور سے ختم کیا جائے۔ کمیٹی نے بلاسودی نظام کے آغاز پر اظہار مسرت کیا کہ اس نظام میں ابھی اور بہت سی اہم تبدیلیوں اور اہم ترمیمات کی ضرورت ہے۔ تاکہ مخصوص مفادات کا تحفظ برقرار رکھنے کی بجائے حقیقتاً ایک ایسا بلاسودی نظام قائم کیا جائے جس سے قومی دولت سے پوری قوم کو اور ہر فرد کو فائدہ پہنچ سکے۔ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اس عمل کو ایک قومی پالیسی کی حیثیت سے اپنایا جائے کہ ہر شخص کو صرف محنت اور صلاحیت کی بنیاد پر ترقی کے یکساں مواقع میسر آئیں۔ سفارش، کوٹہ سسٹم یا دیگر ترجیحات کو یکسر ختم کر کے صرف اور صرف اہلیت اور دیانت کو حصول منصب کا واحد ذریعہ قرار دیا جائے۔

زکوٰۃ کے نظام سے لوگوں کو بہت سی توقعات وابستہ ہو گئی ہیں۔ وہ پوری نہیں ہو رہیں کیونکہ زکوٰۃ صرف اموال ظاہرہ کی چند شکلوں پر وضع کی جا رہی ہے جبکہ ضرورت مندوں کی تعداد بہت کثیر ہے۔ اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ وضع زکوٰۃ کے دائرہ کو وسیع کیا جائے تاکہ اس کی مقدار میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے۔

اسلام میں معاشی بنیاد پر طبقات کا تصور موجود نہیں۔ اس لئے مختلف طبقوں میں معاشی فرق کو کم کرنے کے لئے کم درجے کے ملازمین اور اجرت کاروں کے لئے ایسی مراعات کا تعین کیا جائے جن سے وہ عزت نفس برقرار رکھتے ہوئے کم از کم اپنی بنیادی ضروریات تو پوری کر سکیں۔

معزز حاضرین : آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ سر چھپانے کے لئے جگہ کی تلاش فطرت انسانی کا خاصہ ہے اور ایک سائبان بنانے کی خواہش ہی اکثر ناجائز آمدنی کی طرف انسان کو راغب کر دیتی ہے۔اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ سرکاری ملازمین کو دوران ملازمت میں جو مکان فراہم کئے جائیں وہ ملکیت کی بنیاد پر انہیں منتقل کر دیئے جائیں۔ اور ان کی قیمت قسط وار ان کی تنخواہ سے کاٹی جائے کہ جب کوئی ملازم ریٹائرڈ ہو تو اس کو کم از کم سر چھپانے کی محتاجی نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ غریب بے گھر لوگوں کو کم سے کم قیمت پر رہائشی پلاٹ مہیا کئے جائیں تاکہ وطن کی زمین سے محبت کرنے والے اپنی زندگی ہی میں اس پیاری زمین کے کسی مختصر سے حصّے پر کم سے کم حق ملکیت تو اختیار کر سکیں۔

ملک میں صنعتی ترقی کے فوائد چند سو یا چند ہزار خاندانوں تک محدود رکھنے کی بجائے انہیں عام کیا جائے۔ نفع بخش صنعتی منصوبوں کی اجازت متوسط اور غریب طبقے کے لئے ایسے منظم گروہوں کو دی جائے جو کم سرمائے اور زیادہ محنت سے صنعتی میدان میں قسمت آزمائی کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کے گروپ بنا کر ان کی بحالی کے لئے ایسے چھوٹے کارخانے قائم کئے جائیں جن کے وہی مستحقین مالک ہوں تاکہ اس طرح ان کی مستقل آباد کاری کا مسئلہ حل ہو سکے۔

صدر گرامی ! اب میں تعلیم کے موضوع پر رفاہِ عامہ سے متعلق چند منصوبوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

معاشی شعبے کے بعد تعلیم کے میدان میں بھی چند اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ حصول علم میں کوشش اور تعلیم اسلام کا بنیادی سبق ہے مگر اسلامی ملک ہونے اور فروغ تعلیم کے لئے کثیر رقوم خرچ کرنے کے باوجود ابھی تک ہمارے ہاں شرح خواندگی افسوس ناک حد تک کم ہے۔ تجویز کیا گیا ہے کہ مسجد سکولوں کی طرز پر نہایت کم اخراجات کے ساتھ دینی تعلیم، ابتدائی تعلیم، تعلیم نسواں اور تعلیم بالغاں کے منصوبوں کو اولین ترجیحات میں شامل کیا جائے اور خواندگی کی شرح میں ہر ممکن اضافے کی کوشش کی جائے

صحت کمیٹی نے یہ بات بھی محسوس کی کہ پورے ملک اور بالخصوص دیہاتوں کی غریب آبادی صحت کی بہتر سہولتوں سے اب تک محروم ہے۔ صحت کی سہولتیں قریہ قریہ پہنچانے کے لئے ایک سپاہِ صحت منظم کی جائے جس کے ذریعے ملک کے پسماندہ اور دور افتادہ علاقوں میں کم از کم بنیادی سہولتیں تو پہنچائی جا سکیں۔

سماجی بہبود مسلم معاشرے میں انسان کا ہاتھ انسان کے آگے پھیلا ہوا دیکھنا ایک انتہائی افسوس ناک منظر ہے۔ مگر ہم یہ منظر روزانہ دیکھتے ہیں اور اب تو اس کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ گداگری کی لعنت کو آہنی ہاتھوں سے ختم کیا جائے جو محتاج معذور اور مسکین واقعی مستحق ہوں حکومت زکوٰۃ فنڈ اور دیگر مدات سے ان کی مدد کرے۔ مگر بڑی تعداد میں جو پیشہ ور گروہ اس طریقہ معاش کو اپنائے ہوئے ہیں۔ سرد خانوں میں رکھے ہوئے قوانین ان پر اس سختی سے نافذ کئے جائیں کہ وہ اس اخلاقی جرم سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

صدر گرامی! کمیٹی نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ جرائم کو روکنے اور بے اطمینانی کو ختم کرنے کے لئے بیروزگاری کو کم کرکے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنا وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت ہے۔ معذوروں کی کفالت، یتیم اور بے آسرا لڑکیوں کی شادی کے اخراجات نیز ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے شہروں اور دیہاتوں میں پارک، کھیل کے میدان اور دیگر سہولتوں کے لئے منظم منصوبہ بندی کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

جناب صدر! مجھے یہ بات زور دے کر کہنے کے لئے کہا گیا ہے کہ ملک کے عدالتی نظام اور محکمہ پولیس میں ایسی تبدیلیاں ناگزیر ہیں جن سے یہ ادارے عوام کی تکلیفوں میں اضافے کی بجائے حقیقتاً ان کی داد رسی کا ذریعہ بن جائیں۔

یہ تجویز بھی دی گئی ہے کہ ہر قسم کی کورٹ فیس ختم کی جائے تاکہ صرف رقم نہ ہونے کی بنا پر کوئی شہری حصول انصاف سے محروم نہ رہ سکے۔

صدر گرامی قدر! اسلام نے تو برتری کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دیا ہے مگر ہم نے دولت کو بڑائی کا معیار بنا لیا ہے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ سادگی اور کفایت شعاری کو قومی نعرہ اور قومی شعار بنایا جائے۔ ہمیں اس غلط تاثر کو دور کرنے کے لئے بھی اقدامات کرنے چاہئیں کہ ارباب حل و عقد عام آدمی کی تکلیفوں اور ضروریات سے بے نیاز ہیں۔ اس سلسلے میں اگر بڑے اقدامات وقت طلب ہوں تو چند چھوٹے چھوٹے اقدامات تو کئے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ تو ممکن ہے کہ تمام سرکاری ضیافتوں میں یہ انتظام کیا جائے کہ مہمانوں کے

ساتھ آنے والے ان ڈرائیوروں کے کھانے کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو جو شکم سیر مہمانوں کو واپس لے جانے کے انتظار میں گھنٹوں بھوکے باہر بیٹھے رہتے ہیں۔

جناب صدر! ایسے چھوٹے چھوٹے اقدامات جب روزمرہ کا معمول بن جائیں گے تو ہمارا معاشرہ ایک حقیقی اسلامی فلاحی مثالی معاشرہ بن جائے گا۔ اس کی مثال سرمایہ درانہ، اشتراکی یا کسی بھی دیگر دنیاوی مادی نظام میں نہیں مل سکے گی۔

صدر گرامی قدر! ہم آج جس ہال میں جمع ہیں یہاں اب سے کچھ دن بعد قوم کے منتخب نمائندے رونق افروز ہونے والے ہیں اور ایک ایسے مرحلے پر اس ہال میں نفاذِ اسلام کنونشن منعقد کر کے آپ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ مستقبل میں ملک کے قانون سازوں کو اپنی ساری کاوشیں صرف اور صرف نفاذ اسلام کے کام کو مکمل کرنے کے لئے صرف کرنا ہوں گی۔ مگر جناب صدر نفاذ اسلام کے لئے دینی جذبے اور نعروں کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ خدا کی رضا کا حصول ہمارا مقصد زندگی بن جائے اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہمارا طریقہ کار بن جائے اور دین کی محبت ہمارے دلوں میں اس طرح سرایت کر جائے جس طرح رگوں میں خون دوڑ رہا ہوتا ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس ملک میں رفاہ عام کا ایک مربوط اور منظم نظام قائم کر کے ہر شہری کو اتنا ہی اہم بنا دیں گے جتنا اس ملک کی کوئی اہم ترین شخصیت ہو سکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے عزم اور ارادے میں استحکام اور کوششوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اسٹیج سیکرٹری! — اب آخری کمیٹی بحالی عظمت رفتہ مساجد و مدارس کے چیئرمین جناب مولانا محمد عبدالباقی صاحب تشریف لاتے ہیں اور سفارشات پیش کرتے ہیں۔

جناب مولانا محمد عبدالباقی[1] — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ——— اما بعد

عزت مآب صدر پاکستان،

وزیر مذہبی امور،

---

[1]: وزیر مال و مذہبی امور حکومت صوبہ سرحد، پشاور

واجب الاحترام علمائے کرام و مشائخ عظام و اسلامی ممالک کے سفرائے کرام،

سب سے پہلے میں جناب صدر اور وزارت مذہبی امور کا اس لئے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کنونشن میں ایک اہم مضمون کی طرف پیش رفت کی ہے۔ اس سے میری مراد بحالی عظمت رفتہ مساجد و مدارس ہے۔ میرے خیال میں مساجد اور مدارس کی عظمت کوئی کم نہیں کر سکتا ہے۔ مسجد ویسے ہی اللہ کا گھر ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر عظمت چلی گئی ہے تو ان لوگوں کی عظمت چلی گئی ہے جو کہ مساجد اور مدارس کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اب اگر ہمیں عظمت بحال کرنی ہے تو ان لوگوں کی عظمت بحال کرنی ہے جن کا تعلق مساجد اور مدارس کے ساتھ ہے کیونکہ مسجد اور مدرسہ ایک ایسا مقام ہے، میں کہوں گا ملک کے تحفظ کے لئے، سرحدات کے تحفظ کے لئے افواج کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کے لئے قلعے ہوتے ہیں، ان کے لئے چوکیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے نظریاتی سرحدات کے تحفظ کے لئے قلعہ ہے تو یہی مسجد اور مدرسہ ہے اور اگر چوکی ہے تو بھی وہی ہے تو ہم اگر اس طرف رجحان کریں تو اپنے دشمنوں کو ان کمزوریوں کو پکڑ لیں گے۔

جناب صدر! یہ آپ کے علم میں ہے کہ پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور جب ہمارے ملک پر انگریز قابض ہوا تو اس نے سب سے پہلے اس چیز کی طرف توجہ دی کہ یہاں سے علماء مشائخ اور مدارس کی وقعت کم کی جائے۔ کیونکہ اگر باطل کے ساتھ ٹکراؤ کرنے والے ہیں تو حق کے عالم ہیں۔ دین حق کے عالم ان کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ طَلَبُ العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ: لیکن بدقسمتی سے ہمارے اس ملک میں اس علم سے مراد کچھ اور علم لوگ مراد لیتے ہیں ورنہ کیا وہی علم جو انگریز حاصل کرتے ہیں وہ مسلمانوں کا فرض ہے یا وہی علم جس کی بنیاد انگریز یہاں رکھ کر گئے ہیں۔ اس کا حاصل کرنا مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ علم سے مراد وہی علم ہوتا تو پھر کافر بھی اللہ سے ڈرتا۔ اللہ سے ڈرنے والے علماء ہیں تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ علمائے دین، علمائے اسلام اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

جناب صدر: میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پانچویں کمیٹی، یعنی آخری کمیٹی کو جو مضمون ملا ہے یہ سب

سے اولین مضمون ہے کیونکہ یہ آپ کے سامنے علمائے کرام مشائخ عظام تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سب مساجد اور مدارس کے پیدا کردہ ہیں۔ اگر توجہ آج اس طرف ہو جائے تو ہمارے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو عالم کہتے ہیں جو انگریزی علوم سے بہرہ ور ہیں۔ آپ نے یہ کمیٹیاں نفاذ شریعت کمیٹی، رفاہِ عامہ کمیٹی وغیرہ بنائی ہیں یہ ہماری فراست ایمانی اور وزارت مذہبی امور کی کوشش ہے۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ مساجد کے ساتھ تعلق رکھنے والے اور مدارس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا مقام اس ملک میں بلند ہونا چاہیئے اور ان کی عظمت بحال ہونی چاہیئے تاکہ اور لوگ بھی اس طرف توجہ دیں۔ لیکن اگرچہ ہماری کمیٹی آخری کمیٹی ہے لیکن سب سے اکثریت والی کمیٹی ہے۔ ہماری کمیٹی میں تقریباً بچاونے علمائے کرام اور دانشوران اور صوفیائے عظام موجود تھے۔ اس نظریئے کے تحت کہ مساجد کے ساتھ تعلق رکھنے والوں اور مدارس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی عظمت بحال کی جائے اس کے لئے ہم نے کچھ سفارشات پیش کی ہیں۔

جناب صدر: میری صدارت میں بحالی عظمت رفتہ مساجد و مدارس کی کمیٹی کا اجلاس فیڈرل کونسل ہال کمیٹی روم نمبرا کل مورخہ ۲۰ تاریخ کو منعقد ہوا۔ جس میں ملک سے آئے ہوئے بچاونے علمائے کرام، مشائخ عظام اور دانشور حضرات نے شمولیت فرمائی۔

۱۔ ہر مرکزی مسجد کا امام عالم دین ہونا چاہیئے۔ جو کسی مستند دینی ادارے کا فارغ التحصیل ہو اور غیر مرکزی مساجد کے لئے امام کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ جو آئمہ کرام کم عالم یا غیر تعلیم یافتہ ہیں وہ تربیتی نصاب تعلیم پڑھ کر سند حاصل کریں۔ اور یہ تربیتی نصاب دو سالہ ہو جس میں ارکان اسلام کے مسائل، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقائد اسلام صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی سیرت اور تاریخ اسلام جیسے مضامین شامل ہوں غیر مرکزی مساجد کے آئمہ کے لئے چھ ماہ کا نصاب تربیت ہو۔ جو دیہات کے آئمہ مساجد کے لئے ضروری ہو۔ اس نصاب میں دین کے ضروری مسائل و عقائد کی تعلیم ہو اور جو علمائے کرام تربیتی کورسوں کے لئے منتخب کئے جائیں ان کو حکومت کی طرف سے مناسب وظیفہ دیا جائے۔

۲۔ کمیٹی کے اراکین نے ناخواندہ آئمہ مساجد کی تعلیمی تربیت پر زور دیا ہے۔ حکومت محکمہ اوقاف اور

وزارت مذہبی امور کو زیادہ سے زیادہ فنڈ مہیا کرے۔ تاکہ آئمہ مساجد کی تنخواہوں اور رہائش کا بوجھ اہل محلہ پر نہ پڑے اور مسجد میں دینی تعلیم کے لئے خصوصی فنڈ رکھا جائے۔

۳۔ حتی المقدور مساجد کی توسیع کی جائے اور تمام پرانی اور بوسیدہ مساجد کی مرمت کا اہتمام کیا جائے۔ اور آثار قدیمہ کی غیر آباد مساجد کو آباد کیا جائے۔

۴۔ مکتب سکولوں میں اساتذہ کی تنخواہ عام سکولوں کے اساتذہ کے مطابق مقرر کر دی جائے اور معلمین دینیات کو بھی اسی طرح ترقی کے مواقع حاصل ہونے چاہئیں جو دیگر اساتذہ کو سکولوں میں حاصل ہیں۔ سکولوں میں دینی تعلیم کے اساتذہ کی آسامیوں کی تعداد بڑھائی جائے۔

۵۔ وفاق المدارس، تنظیم المدارس اور دیگر مدارس کی ہیئت کو تبدیل نہ کیا جائے۔ بلکہ حکومت اپنی سرپرستی میں خود ہر ضلع کی سطح پر دینی مدارس کا قیام عمل میں لائے۔ تاکہ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلے کے لئے موزوں دینی علوم کے لئے فارغ شدہ طلبا میسر آسکیں۔

۶۔ مدارس کی خود مختار حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی مالی اعانت کی جائے۔

۷۔ وفاق المدارس، تنظیم المدارس وغیرہ کی اسناد کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کی ڈگریوں کے برابر تسلیم کیا گیا ہے مگر اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ تمام وزارتوں اور اداروں کو اس بات کی موثر ہدایات کی جائیں تاکہ مذکورہ فیصلہ پر عمل درآمد ہو سکے۔ دینی مدارس کے اساتذہ کو بھی لیکچرار کے برابر تسلیم کیا جائے۔

۸۔ قومی اور صوبائی سطح پر مختلف مقابلے کے امتحانات میں کم از کم ایک عالم دین کا تقرر بھی ہونا چاہیئے تاکہ دین کے بارے میں امیدواروں کی معلومات کا جائزہ لیا جا سکے۔

۹۔ تمام قصبوں، شہری محلوں میں مستند فارغ التحصیل تجربہ کار علمائے کرام کو اعزازی طور پر وہ مقام دیا جائے جو دور انگریز میں اعزازی مجسٹریٹوں کا ہوا کرتا تھا۔ تاکہ وہ گاؤں اور شہر کی سطح تک باہمی تنازعات کا فیصلہ کر سکیں۔

۱۰۔ عام تعلیم کے طلبہ کی طرح دینی مدارس کے طلبہ کو بھی وظائف دیئے جائیں۔ اور نمایاں کارکردگی کرنے والوں کو اعزازات دیئے جائیں۔

۱۱۔ سکولوں میں ناظرہ قرآن پاک کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لئے امتحان اور نمبر لازمی قرار دیئے جائیں اور تعلیم قرآن کے لئے مستند قرآء و حفاظ مقرر کئے جائیں۔

۱۲۔ مساجد میں کسی قسم کی فرقہ ورانہ تقریب کی اجازت نہ دی جائے اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کیا جائے جو فرقہ ورانہ تقریریں کرتے ہیں تاکہ امن وامان قائم رہ سکے۔

۱۳۔ صدر صاحب نے وزارت مذہبی امور کی بہتر کارکردگی کے لئے بھی تجاویز طلب کی ہیں اس لئے تجویز پیش کی جاتی ہے کہ وزارت مذہبی امور کے تمام افسران دینی علوم کے مستند ہوں اور باقاعدہ طور پر دین پر عمل کرنے والے بھی ہوں یہ وزارت ایسی ہونی چاہیئے جو صاف نظر آئے اور کر جو تمام دوسری وزارتوں سے ممتاز حیثیت کی حامل ہو۔

۱۴۔ وفاقی مدارس، تنظیم المدارس وغیرہ کے علماء و فضلا کو وہی حقوق اور گریڈ دیئے جائیں جو دیگر عام ملازمت کے لئے ملازین کو حاصل ہیں۔

۱۵۔ جس مکتب فکر کے لوگوں نے مسجد تعمیر کی ہو قانونی طور پر وہ انہی کے پاس رہے اس میں دخل اندازی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

۱۶۔ جیسا کہ تمام عالم اسلام میں اوقاف اور مساجد وزارت مذہبی امور کے ماتحت کام کرتے ہیں اسی طرح پاکستان میں بھی اوقاف کے محکمے کو وزارت مذہبی امور کی تحویل میں دیا جائے۔

۱۷۔ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو سرکاری ملازمت دینے کے سلسلے میں عمر کی خصوصی رعایت دی جائے۔

۱۸۔ ہر مسجد کے ساتھ تمام خطیب اور موذن کے لئے رہائش گاہ کا بندوبست کیا جائے۔

۱۹۔ خدام الحجاج کے انتخاب میں علمائے کرام کا بھی معقول کوٹہ رکھا جائے۔

۲۰۔ ہاؤسنگ سکیموں میں مساجد کے لئے مفت جگہ فراہم کی جائے۔

۲۱۔ ہر شعبہ زندگی کے بارے میں تحصیل، ضلع اور صوبہ کی سطح پر جو کمیٹیاں تشکیل دی جاتی ہے ان میں مختلف علماء کی نمائندگی ہونی چاہیے۔

۲۲۔ مساجد کے قریب گانے بجانے کی ممانعت کی جائے۔

۲۳۔ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو مزید تحفظ کے لئے وظائف دے کر مصر، سعودی عرب وغیرہ ممالک کی درس گاہوں میں بھیجا جائے۔

۲۴۔ وقف املاک، جائیداد یا زکوٰۃ کو بلدیاتی اداروں کی تحویل سے نکال کر محکمہ اوقاف کے سپرد کیا جائے۔

۲۵۔ ایسی مساجد جن کی مستقل آمدنی نہ ہو اور جن کے امام کا کوئی خاص ذریعہ معاش نہ ہو اس کا مشاہرہ حکومت کی طرف سے مقرر کیا جائے اور ایسی مسجد کی مالی امداد کی جائے۔

۲۶۔ آئمہ کرام اور دینی مدرسین کے بچوں کو تعلیمی سہولتیں دی جائیں اور مختلف پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں میں ان کے لئے مخصوص کوٹہ مقرر کیا جائے۔

۲۷۔ آباد کاری کے لئے حکومت کی طرف سے جو رہائشی سہولتیں دانشوروں، قانون دانوں کو دی جاتی ہیں وہی سہولتیں آئمہ مساجد، علماء اور مدرسین کو دی جائیں۔

۲۸۔ آئمہ کرام اور خطباء کی تربیت میں یہ ضروری ہے کہ وہ دورِ حاضر کے مسائل سے واقف ہوں اور دورِ حاضر کے سوشلزم، کیمونزم، مغربی جمہوریت بہائیت، قادیانیت اور انکار حدیث وغیرہ کے فتنوں کا سدِ باب کر سکیں۔

۲۹۔ متروکہ وقف املاک پر قائم دینی مدارس و مساجد کو وفاقی کابینہ کے فیصلے کے مطابق جلد از جلد مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

۳۰۔ جن علاقوں میں مسجد کی ضرورت ہے اور وہاں پر کوئی زمین مسجد کے لئے نہیں مل سکتی تو حکومت مسجد قائم کرنے کے لئے سرکاری طور پر وہاں مسجد کا بندوبست کرے۔

۲۱۔ دینی مدارس سے فارغ شدہ علماء کو ملازمت کے سلسلے میں ملک بھر میں یکساں سیٹیں دی جائیں ۔

۲۲۔ دینی مدارس کو انکم ٹیکس سے جو استثنیٰ حاصل ہے اس کی ہر سال تجدید کرنے کی شق کو ختم کیا جائے جس کے بارے میں محکمہ انکم ٹیکس نے حکم جاری کیا ہے اور پانچ سو روپے سالانہ چندہ دینے والوں کی فہرست پیش کرنے کی پابندی ختم کی جائے ۔

یہ سفارشات ہماری کمیٹی کے تقریباً پانچ چھ گھنٹہ کی کوشش کے بعد ہمارے سامنے آئی تھیں جن کو ہم نے پیش کیا اور ہمیں امید ہے کہ اگر صدرِ مملکت کی توجہ اس طرف ہو جاتے تو یہ ایک بنیادی کام ہے ۔ یہ سب چیزیں ان کی عظمت کو دور کرنے سے اور ان کے معاشرے میں مقام ختم کرنے سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اس بنیادی کام میں کامیاب ہو جائیں ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سٹیج سیکرٹری:- اب اظہار خیال کے لئے تشریف لاتے ہیں وفاقی وزیر تعلیم
جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب۔

ڈاکٹر محمد افضل صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

جناب صدر،
علمائے کرام، مشائخ عظام،
حاضرین گرامی،

تنفیذ اسلام کے سلسلے میں نظام تعلیم کی جو اہمیت ہے وہ اس سے واضح ہوتی ہے کہ ہر کمیٹی نے اس کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اسے ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ وزارت تعلیم اور اساتذہ کرام نے اس سلسلے میں کیا کیا اور اس کا کیا اثر ہوا۔ اس سلسلے میں میں آپ حضرات کو دعوت دوں گا کہ آپ کسی سکول کسی کالج میں چلے جائیے طلباء اور طالبات سے سوال کیجئے آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ ہمارے طلباء نے یہ اثر قبول کیا ہے اور وہ اس کے لئے مستعد ہیں کہ وہ اسلامی نظام کے سلسلے میں جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے۔ میرے پاس ہر روز بے تحاشا خطوط موصول ہوتے ہیں اور یہ خطوط اکثر طلباء اور طالبات کے ہوتے ہیں اساتذہ کے نہیں جس سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے طلباء اساتذہ سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں مثلاً کل ہی کی ڈاک سے مجھے کراچی سے خط موصول ہوا ایک بی اے کی طالبہ لکھتی ہیں کہ "چند روز

قبل آپ کے ان تاثرات سے آگہی ہوئی کہ آپ ہمارے ملک میں اسلامی نظام کے لئے کوشاں ہیں۔ تو یہ بات جان کر بے پناہ خوشی ہوئی کہ ہمیں بھی اب جلد ہی اپنی پہچان مل جائے گی اور آخر میں لکھتی ہے کہ اس سلسلے میں آپ کو ہماری طرف سے انشاء اللہ ہمیشہ مدد ملے گی کیونکہ ہم نے تو منزل پہ پہنچنے کی قسم کھائی ہے"۔ اس طرح کے طلبہ آپ کو بہت ملیں گے جن میں جذبہ ہے، جوش ہے اور وہ یہ کام کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت بھی ایسے اقدامات کر رہی ہے جن سے نفاذ اسلام کی جلد سے جلد تنفیذ ہو۔ جو نظام ہمیں ورثے میں ملا ہے، اس کا مقصود بلند نگاہ اور حوصلہ مند افراد ملت پیدا کرنے کی بجائے ذہنی، روحانی اور جسمانی محکوموں کا ایک ہجوم پیدا کرنا تھا۔ دوسری طرف عربی مدارس کی روایت تھی جو کہ ایک کہکشاں کی طرح مدرسہ نظامیہ سے مدرسہ رحیمیہ تک اور اس سے آگے بھی پھیلتی دکھائی دیتی ہے۔ عہد غلامی میں ان مدارس پہ اپنے دینی ورثے اور اپنی بنیادی روایت علم کے تحفظ کی ذمہ داری پڑی۔ مزاحمت کے طوفانوں میں ان کا یہ عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے اسلام کی روایت علم کے ایک ایک نکتے کو محفوظ رکھا ہم سب پر عربی مدارس کا یہ بڑا احسان ہے اس زمانے میں بین الاقوامی سطح پر علم کے نئے نئے در کھلے، ذہنوں میں نئے سوال پیدا ہوئے۔ اور ملت کو نئے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ ان تیز رفتار واقعات کے بہاؤ میں زندگی کے تقاضے اس طرح بدلتے چلے گئے کہ ہمارا نظام تعلیم مکمل طور پر عظیم اور جدید کی تقسیم کا شکار ہو گیا۔

ہمارے سامنے سب سے اہم سوال یہ تھا اور آج بھی ہے کہ اس دوئی اور ثنویت کو ختم کر کے ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جو پاکستان میں ذہنی قوتوں کو تقسیم ہونے سے محفوظ رکھے اور دین اور دنیا کے تمام تقاضوں کو اس طرح پورا کرے کہ آج کی مادیت اور روحانیت میں بٹی ہوئی دنیا کے لئے ایک مثال بن جائے۔

حضرات اس عظیم ذمہ داری کا آغاز چند بنیادی اقدامات سے کیا گیا ہے۔ یہ اقدامات اس اعتبار سے حوصلہ افزا ہیں کہ پاکستان کی تعلیمی تاریخ میں یہ سب سے زیادہ موثر ثابت ہوئے اور انہوں نے ہماری یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں میں بلکہ پورے معاشرے میں دینی تعلیم کو ایک نیا ریکارڈ دیا۔ دنیاوی

تعلیم کی تکمیل کے لیے دینی عنصر کو ایک شرط کی حیثیت دی ہے ۔میٹرک کی سند کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ طالبعلم ناظرہ قرآن پڑھنے کی سکت رکھتا ہو ۔ آج بی اے کی سطح تک اسلامیات کو لازمی مضمون کی حیثیت دی جا چکی ہے ۔ اس اقدام کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے چھٹی جماعت سے عربی کی تعلیم لازمی ہے ۔ قرآن کی تعلیم کے سلسلے میں ایسے اقدامات کئے گئے ہیں اور کئے جا رہے ہیں کہ اللہ کی یہ کتاب طالب علم کی زندگی میں عملی ہدایت کا سرچشمہ بن جائے ۔

اسی دوران میں ملک میں اسلامی یونیورسٹی کو مرکزی ادارے کے طور پر مستحکم کیا گیا ہے ۔ اسلامی یونیورسٹی نے ملک میں نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے جو مثبت اقدامات کئے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر میں گزشتہ سال آپ حضرات کے سامنے کر چکا ہوں ۔ اس ایک سال کے عرصے میں ہم نے جو نیا اقدام کیا ہے ان کی طرف مختصر اشارہ کرنا مناسب ہوگا ۔ ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے شریعت سے واقفیت رکھنے والے افراد کی فراہمی ایک اہم مسئلہ ہے ۔ ہم نے اس سلسلے میں اسلامی یونیورسٹی میں ایک ڈپلومہ کورس قضاء شروع کیا ہے اور ستمبر ۱۹۸۴ء سے اس کا آغاز کر دیا گیا ہے ۔ اس ڈپلومہ کورس کے پروگرام میں جو نو (۹) ماہ کی مدت پر محیط ہے ۔ دینی مدارس سے تخصص یافتہ اور قانونی کالجوں سے ایل ایل بی کرنے والے طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے ۔

ملک میں قاضی کورسوں میں تعلیم پانے والے افراد میں تعلیمی معیار کی یکسانیت اور برابری قائم رکھنے کے لئے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ایسے تمام اداروں سے فارغ ہونے والے قاضیوں کے لئے مرکزی طور پر اسلامی یونیورسٹی ایک امتحان منعقد کرے اور جو طلباء اس میں کامیاب ہوں ان کو ملک کی قاضی عدالتوں میں مقرر کیا جائے ۔ اس امتحان کی بنیاد اس نصاب پر ہو گی جو اسلامی یونیورسٹی نے جاری کیا ہے ۔

اسلامی یونیورسٹی نے یہ طے کیا ہے کہ ستمبر ۸۵ء سے دینی مدارس سے فارغ اساتذہ ، اسلامیات کے اساتذہ اور مساجد کے اماموں کے لئے مخصوص تربیتی پروگرام شروع کرے جہاں علوم جدید اور ضروری معلومات پر ریفریشر کورس کروائے جائیں ۔

اسلامی یونیورسٹی اس وقت شریعت، دعوی اور اقتصادیات اسلامیہ میں ایم اے کی سند دے رہی ہے لیکن ستمبر ۱۹۸۵ء سے انشاء اللہ ہم اسلامی مضامین میں پی ایچ ڈی پروگرام بھی شروع کر رہے ہیں اور دینی مدارس کے فارغ طالب علم اعلی تعلیمی پروگراموں میں داخلہ لے سکیں گے۔

اسلامی یونیورسٹی میں طالبات کی علیحدہ تعلیم کا انتظام ہے اور ہم انشاء اللہ طالبات کے سیکشن کو ایک مستقل کیمپس کی شکل میں ترقی دے رہے ہیں تاکہ وہ طالبات جو اعلی تعلیم حاصل کرنا چاہیں اسلامی ماحول اور اسلامی تربیت کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اسلام آباد میں خواتین کی یہ اسلامی یونیورسٹی ہوگی۔ اسلامی یونیورسٹی ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے۔ یہ طے کیا گیا ہے کہ جنوبی ایشیا میں تمام دینی تعلیمی اداروں کے ساتھ یونیورسٹی کا رابطہ رہے گا۔ اس غرض کے لئے ہم ملائشیا کی اسلامی یونیورسٹی اور مالدیپ کی تدریسی امداد کر رہے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اس خطہ کے اہم دینی مدارس اور جامعات سے اسلامی یونیورسٹی کا رابطہ مزید قریب تر ہو۔ دنیا کی مسلم اقلیتوں کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت ہے۔ اس غرض کے لئے ہم نے ایک بین الاقوامی مرکز برائے اسلامی دعوت اسلامی یونیورسٹی میں قائم کیا ہے۔ یہ مرکز ان مقامات کے مسلمانوں کے لئے مناسب تربیتی، تدریسی اور اسلامی اشاعتی پروگرام تیار کرے گا اور انہیں مناسب طور پر نافذ کرے گا۔

بین الاقوامی اسلامی تعاون سے ملک کی تین جامعات میں اسلامی تعلیم کے تین مرکز بن چکے ہیں اب جناب صدر کے حکم کے مطابق انہیں وزارت تعلیم یا اسلامی یونیورسٹی کی زیر نگرانی اسلامی تعلیم کا مرکز بنایا جا رہا ہے جو آپ علماء حضرات کے تعاون سے کام کرے گا۔ گویا کہ تمام صوبوں میں ایک ایک اسلامی یونیورسٹی کا یہ مرکز ہوگا۔

دینی مدارس جو ابتدا ہی سے بے توجہی اور بے نیازی کا شکار تھے ان کی حیثیت معاشرے میں مستحکم کرنے اور انہیں موثر بنانے کے لئے ان کی جاری کردہ سند فضیلت کو ایم اے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی یونیورسٹی کے داخلے کے وقت دینی مدارس کے طلباء کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ عربی مدارس کے نصاب کی وہ کتب جو عرصے سے شائع نہیں ہوئی تھیں انہیں شائع کر کے مدارس میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یہ شکایت جو آج یہاں بیان کی گئی ہے کہ کچھ یونیورسٹیاں اس سند کو نہیں مانتیں یہ میرے خیال میں صحیح نہیں ہے

اگر اکا دکا کوئی واقعہ ایک یونیورسٹی یا دوسری یونیورسٹی میں ہوا ہے تو اسے ہمارے نوٹس میں لانا چاہیئے کم از کم مجھے کوئی ایسی شکایت اب تک نہیں موصول ہوئی اس کے ساتھ ہی چند مشہور مدارس مثلاً جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد۔ جامعہ اشرفیہ لاہور۔ دارالعلوم کراچی کو اسلامی یونیورسٹی کے آزاد لیکن ملحقہ ادارے بنانے پر غور وخوض ہو رہا ہے اگر کوئی اور بھی اس قسم کے ادارے ہیں تو ان کے معاملات پر بھی اسی طور غور کیا جائے۔ ان اور ان جیسے اور بھی بہت سے اقدامات پر نظر ڈالتے ہوئے ہمارا دل شکر سے لبریز ہو جاتا ہے کہ یہ توفیق ہمارے حصے میں آئی کہ قرآن کا رنگ اور اس کا آہنگ ہمارے مکتبوں، مدرسوں، سکولوں اور کالجوں سے بلند ہونا شروع ہو گیا ہے۔ لیکن بابرکت صدا کی گونج میں یہ آغاز سفر ہے اور ابھی اور مراحل باقی ہیں۔ ہم نے جس نظام تربیت کی تشکیل کا آغاز کیا ہے اس کا نصب العین واضح ہونا چاہیئے۔ بعض لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اسلامی نظام تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سارے علوم نصاب سے خارج کر دیتے جائیں۔ یہ ایک غلط ناممکن العمل اور خطرناک تصور ہے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلام کے نظریہ علم پر اپنے نظام تعلیم کی بنیاد رکھیں۔ عہد جدید جن روحانی، ذہنی اور اخلاقی، سیاسی، معاشی مسائل کا شکار ہے ان کا موثر اور نتیجہ خیز حل پیش کرے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تضادات خواہ وہ گروہی تعصب سے پیدا ہو رہے ہیں یا اخلاقی کمزوری سے جنم لے رہے ہیں ان کو رفع کر دیں۔

آپ سب حضرات اس امر سے آگاہ ہیں کہ اشتراک علم کے بغیر اشتراک مبسوط پیدا نہیں ہو سکتا اور عمل کا ایک مشترک نظام جنم نہیں لے سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ علم بالوحی کو بنیاد بنا کر تمام علوم اور نظام تربیت کی تنظیم نو کی جائے تاکہ تاریخ کے وہ موثرات وہ قوتیں جو تاریخ کا رخ متعین کرتی ہیں۔ دوبارہ ہماری دسترس میں آجائیں۔ اور مسلمان ہونا، قوموں میں ہماری سربلندی کا باعث بن جائے۔ اس کے لئے تعلیم کے ذریعے ہمیں مادی وسائل کا کنٹرول بھی حاصل کرنا ہوگا اور روحانی اخلاقی فضائل بھی حاصل کرنا ہوں گے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اپنی درسگاہوں میں وہ لوگ پیدا کریں جن کی وفاداری اسلام کے ساتھ غیر مشروط ہو۔ جن کا اخلاق مسلّمہ ہو۔ بچے معروف ومنکر کی حدود کی پاسبانی کرنے لگیں اور نوجوان معاشرے میں خیر کی قوتوں کے امین بن جائیں۔ جنہیں جدید ترین علوم میں ایسی مہارت ہو کہ وہ عہد جدید میں تاریخ کے دھارے کو موڑ دینے

والے علم کو اسلام کے تقاضوں کے مطابق موثر طور پر استعمال کر سکیں ۔ یہ سب کچھ ہماری تاریخ میں واقع ہو چکا ہے ۔ تاریخی علم و عمل کی باگیں مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہ چکی ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کی واضح ہدایات اس کے دیئے ہوئے منہاج اور بتائے ہوئے طریقہ کار کے استعمال سے یہ صورت حال دوبارہ پیدا نہ ہو سکے لیکن اس کے لئے معاشرے کی جملہ قوتوں کا تعاون درکار ہوگا ، اپنے اپنے محدود مفادات کے دائرے سے باہر نکلنا ہوگا ، اپنے گروہی نقطہ نظر کو اسلام کے آفاقی غلبے کے لئے ترک کرنا ہوگا ۔ تب جاکر ہمیں وہ ہاتھ نصیب ہوں گے جو کارساز ہوں ۔

حاضرین محترم ! آپ نے میری معروضات سے یہ اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہمارا مقصود نظام تعلیم میں اسلام کے نام پر چند احکام یا خوش نما عناصر کو داخل کرنا نہیں ہے بلکہ اس کی روح کو تبدیل کرنا ، اس کی سمت کو اس طرح موڑنا ہے کہ ان افراد کی تربیت کر سکیں جو موجودہ مرحلے پر مسلمانوں کی تاریخ سے مطلوب ہے ' وہ اپنی اقدار پر کامل یقین رکھنے والے ہوں اور یہ بات بہت واضح ہے کہ نصاب تعلیم میں جزوی ترامیم سے یہ یقین کامل پیدا نہیں ہوگا اس کے لئے عہدِ جدید کے چیلنج کو قبول کرنا ہوگا اور اس عمل سے گزرنے کے دوران میں غلبہ حق کے مشاہدے سے یقین اور پھر اس کے بعد بار آور عمل جنم لے گا ۔ اسلام کے نظام تعلیم کا یہ مقصود ہے اور اس کے لئے تخلیقی فکر ، منظم اور سائنسی سوچ اور بے خطر منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ۔ آپ کے سامنے یہ حقیقت واضح ہے کہ کام کا آغاز ہو چکا ہے اور ہم سب کے اتحاد سے منظم طور پر اسے آگے بڑھنا ہے ۔ خدا ہمیں اسے آگے بڑھانے کی توفیق دے ۔ آمین ۔

جناب صدر پاکستان

حاضرین کرام ! مجھے معلوم ہے کہ آپ حضرات کی بہت سی تجاویز ہوں گی لیکن مجھے اپنے وقت کا نہیں آپ کے وقت کا احساس ہے ۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت سے حضرات ظہر کے بعد واپس جانا چاہتے ہیں ۔ لہذا میں صرف دو حضرات کو اور تکلیف دوں گا اور مجھے امید ہے کہ آپ انہیں غور سے سنیں گے ۔ ایک صاحب جو پیچھے بیٹھے ہیں کچھ کہنا چاہتے تھے ، میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنا بیان اختصار سے فرمائیں ۔ اس کے بعد یہاں اس مجلس میں

ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے دانشور موجود ہیں اور وہ جناب اے کے بروہی صاحب ہیں۔ میں بروہی صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ مولانا صاحب کے بعد اپنے ارشادات اردو میں یا سندھی میں یا اگر وہ چاہتے ہیں کہ انگریزی میں ہی بولیں گے تو ان کی مرضی ہے، چند منٹ کے لئے اپنے ارشادات پیش کریں۔

مفتی محمد رفیع عثمانی (کراچی)

جناب صدر محترم!

میں نے دو باتیں عرض کرنے کے لئے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم سے متعلق ایک بہت اہم تجویز ہم پیش کرنا چاہتے تھے بلکہ پیش بھی کی گئی تھی مگر غالباً کوئی سہو ہوا ہے تو وہ یہاں پیش نہیں ہو سکی۔ اس وقت ملک میں الحمد للہ متعدد تنظیمیں ایسی موجود ہیں جو ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہیں۔ کیونکہ اسلامی نظام تعلیم کی سب سے پہلی اینٹ اور بنیاد قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا اپنا بھی تجربہ ہے، دارالعلوم کی طرف سے متعدد مدارس قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے لئے شہروں میں کھولے ہوئے ہیں اور بھی سب تنظیموں کا یہ تجربہ ہے کہ ہمارے پرائمری سکولوں میں الحمد للہ قرآن کریم کی تعلیم اور اسلامیات کی تعلیم اگرچہ لازمی ضروری ہوگئی ہے مگر عملی طور پر قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہو رہی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلامیات ایک مضمون ہے جس میں اسلامیات کی کتاب بھی پڑھائی جاتی ہے اور اسی میں کچھ قرآن شریف بھی پڑھایا جاتا ہے۔ بہت سے اساتذہ قرآن کریم پڑھنے کے اہل نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بچے درسگاہوں سے فارغ ہوتے ہیں اور قرآن کریم کو پڑھ نہیں سکتے۔ اس سلسلہ میں جو عملی رکاوٹیں ہیں وہ چار ہیں اور ان کو دور کرنے کے لئے چار تجاویز ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کو ایک مستقل لازمی مضمون قرار دیا جائے۔ یعنی اسلامیات کا جو مضمون ہے وہ اپنی جگہ پر رہے لیکن قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کو ایک مستقل مضمون قرار دیا جائے۔

۲۔ امتحانات میں اس کے علیحدہ نمبر رکھے جائیں تاکہ اگر ان میں کوئی طالب علم ناکام ہو تو اس کا اثر

پورے نتیجے پر پڑے۔

۳۔ اس کا علیحدہ پیریڈ بہت ناگزیر ہے۔ ابھی تک قرآن کریم کا علیحدہ پیریڈ کوئی نہیں ہے۔ ہمارے سکولوں میں اسلامیات کا پیریڈ ہوتا ہے اسی میں کچھ قرآن شریف بھی پڑھا دیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے لئے علیحدہ پیریڈ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر اس کی تعلیم ممکن نہیں ہے اس کے متعلق تمام وہ حضرات جانتے ہیں جو اس چیز کا تجربہ رکھتے ہیں۔

۴۔ دیگر تمام لازمی مضامین کی طرح اس میں فیل ہونا یا پاس ہونا اگلی جماعت کے لئے فیل یا پاس ہونے کے لئے بنیاد قرار دیا جائے۔ ابھی تک یہ چیزیں ہمارے نظام تعلیم میں شامل نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو شامل کر لیا گیا تو ہم نظامِ تعلیم کی پہلی اینٹ اچھی بنیاد مستحکم کر سکیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وحدت امہ کمیٹی نے جو تجاویز پیش کی ہیں وہ ماشاء اللہ بہت اچھی تجاویز ہیں اور جنہیں علامہ رضی مجتہد صاحب نے پیش کیا ہے اور جو ماشاء اللہ عملی طور پر بھی کافی عرصے سے اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشش فرما رہے ہیں۔ اس میں ایک بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ پچھلے سال علماء کنونشن کی طرف سے وحدت امہ کمیٹی نے جو سفارشات پیش کی تھیں وہ بھی ایوان کے متفقہ فیصلے سے شائع ہو چکی ہیں مگر اس میں ہماری اپنی کوتاہی بھی ہے، اپنی سے مراد ہمارے طبقہ علماء کی اور یہ شکایت بھی ہمیں ہے کہ سرکاری سطح پر بھی اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوا ہے۔ یہ شکایت ہمیں اپنے آپ سے بھی ہے اور اپنی حکومت سے بھی۔ تو اس میں پیش رفت کی ضرورت ہے دونوں فریقوں کی طرف سے ـــ فریق نہیں ہیں بلکہ ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں، ان دونوں پہیوں کو حرکت میں آنے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ ہماری کمیٹی کی سفارشات میں جو تجاویز آئی ہیں۔ جیسا کہ اور کمیٹیوں نے بھی سفارش کی ہے وہ یہ کہ اس کمیٹی نے جو پچھلے سال تجاویز پیش کی تھیں اور شائع ہو چکی ہیں یہ ایوان ان کی توثیق کرتا ہے۔ تنفیذ شریعت کمیٹی نے بھی پچھلے سال جو سفارشات پیش کی تھیں یہ ایوان ان کی توثیق کرتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان سفارشات کی توثیق یہ ایوان بھی کرے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔

دوسری بات بڑے ادب سے مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ مصلحت کا تقاضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ائمہ کمیٹی نے ایک تجویز یہ پیش کی ہے کہ جمعہ کے خطبات تمام خطباء کو جامع مسجدوں میں حکومت کی طرف سے لکھے ہوتے فراہم کئے جائیں اور آئمہ مساجد اور خطباء کو پابند کیا جائے کہ وہ وہی خطبات جمعہ کے اجتماعات میں پڑھ کر سنایا کریں یعنی اردو تقریریں بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔ تجویز کا حاصل یہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بہت اچھا معاشرہ اور پوری طرح مستحکم نظام حکومت اور باہمی اعتماد اور حکومت کی سرکاری مشینری اس معیار پر ہوتی جو خلافت راشدہ کا معیار تھا تو اس تجویز میں کوئی کوتاہی نہیں تھی بہت اچھی بات ہوتی۔ لیکن موجودہ حالات اس کے متحمل نہیں ہیں اور اس پر عمل کرنا ممکن بھی نہیں ہوگا کہ تمام تقریریں جمعہ کے خطبات حکومت کی طرف سے یا وزارت مذہبی امور کی طرف سے فراہم کی جائیں اور خطبا کو اس کا پابند کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بحالات موجودہ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ مجھے یہی دو گزارشات کرنی تھی۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

جنابِ صدر

جناب اے کے بروھی

جناب بروھی صاحب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

محترم صدر صاحب،

بزرگ دوستو،

جس موضوع پر میں دس یا بارہ منٹ آپ کے لینا چاہتا ہوں اس کا تعلق اس اہم نقطے سے ہے جو صدر صاحب نے کل اپنی تقریر میں ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی اصلاح، شریعت کا نفاذ یا دیگر موضوعات جن پر غور و فکر کیا جا رہا ہے اس کانفرنس میں ان سب عوامل کا تعلق اسلامی طرزِ حکومت سے ہے یا نہیں اگر ہے تو اس طرزِ حکومت کے متعلق ہمارا کیا تصور ہے یا ہو سکتا ہے اسلام کی رو سے سیاست کے خدوخال کیا ہیں آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور اس کے لئے بہت وقت چاہیئے جس میں انسان مکمل طور پر اظہارِ خیال کر سکے۔ لیکن دو بنیادی باتیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ اللہ کا نام لے کر ان پر غور و فکر کریں گے تو سیاست کی ماہیت اسلامی رو سے ہمارے سامنے شاید آجائے۔ سیاست کیا ہے پولیٹکس کیا ہے پولیٹکس نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ پولیٹکس کے علاوہ ہماری زندگی آج کل کے زمانے میں خاص طور پر تصور نہیں کی جا سکتی تو آخر اس کے متعلق آپس میں ہمارے کم از کم تھوڑے بہت تخیلات کا تعلق ہو، ہم آہنگی ہو تو ہم شاید اس طرح کچھ آگے بڑھ سکیں۔ اب ہر معاشرے میں جب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور حکومت بناتے ہیں تو مرکزی سوال یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک واحد شخص کو یا کسی گروہ کو اقتدار دینا پڑتا ہے۔ ڈسپلن رکھنے کے لئے، لا اینڈ آرڈر رکھنے کے لئے، امن و امان قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سارے ملک میں جو بھی لوگ ہیں ان کے اوپر آپ کا اختیار ہو۔ آپ کے پاس طاقت ہو، قوت ہو تو پھر اس معاشرے میں ڈسپلن آسکتا ہے ورنہ ہر ایک انسان دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی

ہر معاشرے میں محدود ہیں لیکن جو ہاتھ ان کو لینے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں وہ لا محدود ہیں اور یہ بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے مفید ہے وہ دوسرا سمجھتا ہے کہ اس کے لئے زیادہ مفید ہے یہ کوشش ہر انسان کرتا ہے اور جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ ضروریات زندگی اپنے پاس رکھے اور اس سے عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف اختلاف رائے نہیں ہے یہ اختلاف مفاد ہے اس کو ہم تضادِ مفاد کہیں گے۔ تو اس کو دور اور رفع کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ کسی کے پاس طاقت کا ذخیرہ ہو اس کے پاس قوت ہو یہ ظاہر ہے کہ صرف یہ کہے کہ میں عدل کروں گا یا انصاف کروں گا کافی نہیں ہے کیونکہ عدل اور انصاف کے پیچھے اگر طاقت نہیں ہے تو صادر شدہ فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس سے کوئی اصلاح بھی نہیں ہو سکے گی۔ یہ تو زبان کا خیالی پلاؤ ہوتا ہے کہ ہم عدل کر رہے ہیں انصاف کر رہے ہیں۔ لیکن عدل اور انصاف کو استعمال اور نافذ کرنے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ طاقت کے بغیر کوئی معاشرہ آگے نہیں بڑھ سکتا ہے تو دوسرا سوال اٹھتا ہے کہ جس کو اختیارات دینے کے لئے تیار ہیں یا طاقت دینے کے لئے تیار ہیں اس کو کیسے کنڑول کیا جائے کیونکہ یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ جس کو آپ اقتدار دیں گے وہ اپنی طاقت بڑھائے گا۔ اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ وہ اس طاقت کو دو برس یا پانچ برس کے لئے یا سات برس کے لئے اپنے پاس رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوگا بلکہ یہ اس کی خواہش ہوگی کہ یہ طاقت ساری زندگی اس کے پاس رہے۔ اس کے بعد اس کی اولاد کے پاس رہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ انسان کو خدا نے ایسے بنایا ہے کہ طاقت کے استعمال کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہتا ہے اور یہ سیاست کا مرکزی نقطہ ہے کہ طاقت کے بغیر معاشرہ امن و امان کے ساتھ نہیں رہ سکتا لیکن اگر کسی کو طاقت دی جائے تو اس پر کوئی ایسا ضابطہ یا ایسا قانون یا ایسی اور کوئی طاقت مسلط کرنی پڑے گی کہ وہ اس طاقت کو اپنی نفسی خواہشات کے لئے استعمال نہ کرے۔ کنڑول آف پاور سیاست کا اہم پہلو ہے اس کے بغیر سیاست بے معنی ہے اس کے بغیر سیاست کوئی انسان سمجھ نہیں سکتا ہے اور میری یہ

درخواست ہے کہ ان دونوں حالتوں میں کہ ہمیں معاشرے میں کسی نہ کسی کو طاقت دینی پڑے گی چاہے وہ ایک واحد شخص ہو یا گروہ ہو لیکن کسی کو ضرور طاقت دینی پڑے گی ۔

SIR, WHO WILL WATCH THE WATCHMAN

ایک چوکیدار ہو ہم اس کے ہاتھ میں بندوق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم عدل وانصاف کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کرو اس پر کس کا ضابطہ ہو گا کیونکہ اس کا جواب نہیں ملتا ہے۔ اس لئے سیاست کا مسئلہ تین ہزار برس سے انسان کے سامنے ہے ۔ اور دو ہزار پانچ سو برس پہلے یہ سوال سقراط سے پوچھا گیا کہ بتاؤ کہ تم باتیں کرتے ہو کہ ایک فلکیاتی ریاست ہے اس کے متعلق تم ہمارے سامنے باتیں کرتے ہو اب سوال یہ ہے کہ اسے ہم زمین پر کیسے لائیں یہ جو ہمارا معاشرہ ہے اس میں جو ریاست قائم ہوتی ہے اس میں وہ تصورات جو فلکیاتی ریاست کے متعلق آپ ہمارے سامنے لاتے ہو کیسے استعمال کیا جائے تو کہنے لگے یہ تو آسان بات ہے۔ فلکیاتی سٹیٹ کو اسی زمین پہ لایا جا سکتا ہے۔لیکن وہ آدمی چن کر لاؤ جو اس کے اہل ہیں کہ یہ حکومت کر سکیں اور جو طاقت ان کے ہاتھ میں دی جائے اس کا صحیح استعمال کر سکیں تو جو لوگ سقراط کو سن رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہمارے سوال کا جواب تو نہیں دے رہے ہو بتاؤ کہ اہل کون ہیں جس کو ہم طاقت دے سکتے ہیں یہ کسی کے پیشانی پر تو نہیں لکھا ہے کہ یہ اہل ہے اس لئے اس کے ہاتھ میں اختیار یا طاقت دی جائے۔ تو اس نے کہا کہ ہاں اس کا جواب یہ ہے کہ جو انسان طاقت کے استعمال سے گریز کرتا ہے اس کو کہو کہ بھائی آپ ہمارے حاکم بن جاؤ تو وہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے آپ کا کیا قصور کیا ہے کہ آپ ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ سکون ہمارا بھی چھیننا چاہتے ہو اور ہم کو خدا کے سامنے جوابدہ کرنا چاہتے ہو ۔

HE WHO IS RELUCTANT TO RULE

IS BEST QUALIFIED TO RULE

یہ اس کا جواب ہے کہ جو انسان فطرتاً اس مدارج تک کی زندگی کو پہنچا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میں طاقت

کے استعمال کے لئے نہیں آیا ہوں اس سے اور اچھے کام ہیں جو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ مجھے معاف کیجئے آپ کسی اور کو یہ امانت سونپئے۔ تو وہی آدمی اہل ہے اور کوئی اہل نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بنیادی، مرکزی نقطہ سیاست صحیح ہے اور طاقت کے استعمال کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی ہمارے سامنے ہے کہ انسان اپنی زندگی نفسیاتی پہلو کو فروغ دینے کے لئے اور آگے بڑھانے کے لئے استعمال کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ وہ طاقت کے استعمال کے لئے کوشاں ہے تو صرف اس کا جواب ہمارے لئے آج کل پریکٹیکل نہیں ہے، ایسے آدمی آپ کو نہیں ملیں گے کہ جو پاکستان کی گلیوں میں پھریں اور کہیں کہ کتنے آدمی ہیں جن کو آپ جب کہیں گے کہ صدر مملکت بن جائیں یا وزیر اعظم بن جائیں تو وہ کہیں گے کہ خدا کے لئے ہمیں معاف کرو۔ ہم نے آپ کا کیا قصور کیا ہے۔ آپ جا کر کسی اور سے درخواست کریں، ہمیں اس سے اور اچھے کام کرنے ہیں۔ ہم خدا کا ذکر کریں گے، اس کی عبادت کریں گے، لوگوں کی خدمت کریں گے ہم سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب اسلام نے کیا دیا ہے وہ تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں جن پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جا سکتی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" سب طاقت اور سب قوت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے معانی یہ ہیں کہ اگر کسی کے ہاتھ میں دیکھنے کے لئے آئے کہ یہ طاقت ہے تو فی الحقیقت وہ طاقت کا مالک نہیں ہے۔ اس کو کن شرائط پر وہ طاقت مہیا کی گئی ہے اگر وہ شرائط کی پابندی نہیں کرتا ہے تو وہ یہ عذر کرتا ہے تو طاقت ایک امانت بن جاتی ہے۔ اور اگر انسان کا ارتقاء ایسا ہو کہ وہ اس درجے پر پہنچ جائے کہ سمجھے کہ جو بھی مجھے ملا ہوا ہے وہ بطور امانت ہے، چاہے وہ پیسہ ہو، چاہے علم ہو یا سیاسی طاقت ہو اور وہ یہ سمجھے کہ یہ میری املاک نہیں ہیں، میری میراث نہیں ہے، یہ میرے آباء اجداد سے مجھے عطا نہیں ہوئی ہے، دینے والے نے دیا ہے، تو قرآن پاک میں آتا ہے خدا طاقت اس کو دیتا ہے، حکومت اس کو دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، بات یہاں ختم ہو جاتی ہے" اس کی زیادہ تشریح نہیں کی گئی ہے تو

POWER IS NOT PERSONAL

(UN-COMPROMISING POSITION) طاقت ذاتی نہیں ہے اسلام اس بات پر

انکمپرومائیزنگ پوزیشن دے دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ جس کو تم سمجھتے ہو کہ تیری ہے! تیری چیز نہیں ہے۔ وہ خالقِ کائنات جس نے انسان کو بنایا ہے۔ سب طاقت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی طاقت کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔ تو طاقت کا تصور اسلام نے امانت میں تبدیل کر دیا ہے۔ جو آدمی اس کو نہیں سمجھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور طاقت کو سمجھتا ہے کہ یہ میری اپنی طاقت ہے وہ شرک کرتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ سب طاقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ابھی ہمارے معاشرے میں اس نظریئے کو فروغ دینا ہے۔ ہر ایک انسان کو یہ تعلیم ملنی چاہیئے کہ زندگی جو ایک سفر ہے جس کے لئے تمہیں زمین پر بھیجا گیا ہے کہ اے خلیفۃ الارض تم پر ایک ضابطہ حیات بطور شریعت نافذ کیا گیا ہے۔ پیغمبران دین آئے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا دین آپ تک پہنچایا ہے تو تم کو اپنی حیثیت معلوم ہو جانی چاہیئے اور یہ ہے کہ لا تمشِ فی الارضِ مرحاً ط یہاں تک آتا ہے کہ زمین پر اکڑ کے مت چلو، معاشرے کے ساتھ ساتھ چلو، تکبر مت کرو، تکبر معاف نہیں کیا جاتا اس کو اسلام نے تنقیص کی ہے۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔ جس کا یہ نظریہ ہے غلط ہے۔ دوسری بات جو آج کل مروج ہے اور مشاہدے میں آتی ہے یہ آخری نقطہ ہے جس پر میں اس بات کو ختم کروں گا کیونکہ پریذیڈنٹ صاحب نے کہا تھا کہ دس منٹ سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کو میں دہرانا چاہتا ہوں کیونکہ اس میں میرا بھی فائدہ ہے اور شائد آپ کا بھی فائدہ ہے۔ تو وہ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جو نسخہ آزمایا جا رہا ہے اور یہ امریکہ میں بھی اور انگلینڈ میں بھی اور سب مہذب ممالک میں بھی کہ طاقت پر جو ضابطہ رکھا جا رہا ہے اس کو بلند کیا جاتے۔ اس کی حدیں مقرر کی جائیں۔ اس سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ اس کو ہم کانسٹی ٹیوشنلزم کہتے ہیں، اس کا مقصد کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ جس کے پاس طاقت ہے وہ طاقت لامحدود نہیں ہے۔ اس کی حد مقرر کی گئی ہے اور کہیں نہ کہیں ایسی شق آپ کو دستور میں ملے گی جس کی بنا پر اس کو بلا کر اس سے سوال پوچھ سکتے ہیں۔ کہ یہ طاقت جو ہم

نے آپ کو دی تھی۔ اس کو آپ نے یوں استعمال کیا ہے یہ دستور کے مطابق نہیں ہے۔ یہ اس سے باہر ہے۔
تو یہ جو آپ کا عمل ہے یہ غیر قانونی ہے۔ تو کانسٹی ٹیوشنلزم بذات خود آج کل کے معاشرے میں ایک ہی ذریعہ
ہے جو انسانوں کے پاس ہے۔ جس سے وہ حدیں مقرر کرتے ہیں۔ یعنی

POWERS BECOMES A CHECK ON POWER

جیسے زہر سے زہر کو مارا جاتا ہے۔ ہومیوپیتھی کے ڈاکٹروں سے اگر پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں۔ اگر زہر کو مارنا ہو
تو اسے زہر سے ہی مارا جا سکتا ہے اس لئے جو ریاست کی طاقت ہے اس کو تین حصوں میں آج کل بانٹا جاتا ہے ان
میں ایک عدلیہ ہوتی ہے، ایک انتظامیہ ہوتی ہے اور ایک مقننہ ہوتی ہے۔ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں
ہوتا ہے۔ اسی لئے ہوتا ہے کہ اگر فرد واحد کے پاس یا کسی گروہ کے پاس سارا ذخیرہ طاقت کا ہے تو پھر اس پر
ضابطہ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو تقسیم کیا جائے، کچھ حصہ طاقت کا عدلیہ کو دیا جائے، کچھ حصہ انتظامیہ
کو دیا جائے، کچھ حصہ مقننہ کو دیا جائے، مقننہ کو دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نگرانی کرنا
شروع کریں۔ اور تینوں جو گورنمنٹ کے محکمے ہیں وہ ایک وقت میں غلط نہیں جا سکتے۔ غلط جانے کا امکان
کم ہے۔ اگر ایک ہی جگہ پر، ساری طاقت کا ذخیرہ ایک ہی انسان کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو پھر اس کا
غلط استعمال ممکن ہو جاتا ہے۔ اور وہ دائرہ امکان کے اندر آجاتا ہے۔ بنیادی حقوق آئین میں لکھے جاتے
ہیں۔ امریکہ کے کانسٹی ٹیوشن میں جو ترامیم ہیں ان کو بنیادی حقوق کہا جاتا ہے۔ ان کا مطلب کیا ہے کہ مقننہ
کی اکثریت پر بھی ضابطہ ہوتا ہے۔ کہ آپ ایک قانون پاس نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی قانون بنیادی حقوق
انصاف کے خلاف ہے تو عدلیہ کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ قانون کے متعلق کہے کہ یہ غیر قانونی کام ہے اور اس
کی کوئی وقعت نہیں ہے اور اس کو رد کر کے اس کے خلاف جو ریلیف چھوٹ مانگی جاتی ہے وہ دے
سکتے ہیں۔

یہ ذرائع آج کل کی دنیا میں مروج ہیں۔ کانسٹی ٹیوشنلزم، لمیٹڈ ورک گورنمنٹ، ڈویژن آف
پاورز، سیپریشن آف پاورز، ڈرافٹنگ آف فنڈامنٹل رائیٹس حتیٰ کہ وفاقی گورنمنٹ جو کہ آج کل

پاکستان میں مروج ہے۔ جو لوگ وکیل نہیں ہیں اور کام نہیں جانتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دو حکومتیں ایک قطعۂ ارض پر ہوتی ہیں، ایک صوبائی گورنمنٹ ہوتی ہے اور ایک فیڈرل حکومت ہوتی ہے۔ اور ایک دوسرے کے درمیان ان میں تصادم نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کی حدیں مقرر ہو چکی ہوتی ہیں۔ صوبائی حکومت کو آئین میں کہا جاتا ہے کہ یہاں تک آپ کے اختیارات ہیں اس سے زیادہ نہیں اور وفاقی حکومت کو بھی یہی کہا جاتا ہے کہ آپ کے اختیارات یہ ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ تو ایک گورنمنٹ دوسری گورنمنٹ کے ساتھ طاقت تقسیم کرتی ہے۔ یہ طاقت کی تقسیم کا ایک اور طریقہ ہے جس کی اساس پر آج کل آئینی ارتقاء ہو رہا ہے۔

حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے کام اور کاج چل رہے ہیں لیکن یہ نقطہ جو قرآن نے پیش کیا ہے کہ ساری طاقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے کوئی طاقت کسی کے پاس نہیں ہے اگر ہے تو کس شرط پہ دی گئی ہے۔ اگر وہ ان شرائط سے انحراف کرتا ہے تو وہ اس طاقت کو استعمال کرنے میں عذر کرتا ہے۔ اور یہ ایک دینی بات ہے۔ اسلام کی شان یہ ہے کہ اس نے سیاست کو بھی دین کے دائرے میں محیط کر دیا ہے۔

اگر اس کمرے میں دس ہزار برس کی تاریکی ہو اور میں ادھر دیا سلائی لا کر روشنی پیدا کروں تو اس اندھیرے اور روشنی کے درمیان یہ بحث نہیں ہوتی ہے کہ میں نے دس ہزار برس کی بات کی، آپ تو اب آئے ہیں مجھے دس منٹ دے دو پھر میں چلا جاؤں گا

قرآن کی جو طاقت ہے وہ نور کی طاقت ہے۔ اس کی آڑ لے کر اگر آپ دنیاوی مسئلوں پر نظر ڈالیں گے تو وہ صاف اور عیاں نظر آئیں گے۔ لیکن انانیت ہے۔ یہ پہلو جو انسان میں نفسی خواہشات کا ہے اس کے ماتحت ہے۔ اور دین اسی لئے آیا ہے کہ اس کے اوپر ضابطہ ہو۔ شریعت اس لئے آئی ہے (BIOLOGICAL IMBALANCES) یعنی سب کچھ میرے لئے ہے، سب کچھ میں کھاتا پیتا چلوں، سب پراپرٹی میری ہے، دنیا میں اور کچھ ہے ہی نہیں، اس کو تباہ کرنے کے لئے شریعت آئی اور اس پر حاکمیت اللہ تعالیٰ کے قانون کی ہے۔ اور ریاست کے بارے میں، میں آپ سے بھی پوچھتا ہوں اور

پتا چھوڑ کے جاتا ہوں اگر آپ کے پاس جواب ہو تو مجھے لکھ کر بھیج دیں۔ قرآن میں ریاست کے لئے لفظ کے سلسلے میں کوئی اور لفظ عربی زبان کا استعمال نہیں کیا گیا۔ سٹیٹ جو علاقائی ہو، اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے میں کہتا ہوں نہیں ہے۔ یہ ہم نے مغربیت سے لیا ہے۔ اس کو اسلامک سٹیٹ بناتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی بہادری کی ہے۔ والسلام علیکم۔

اسٹیج سیکرٹری :- معزز و موقر و معظم مکرّم حضرات :-

آپ کے سامنے وفاقی وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب اور ہمارے مخدوم و مکرم جناب اے کے بروہی صاحب نے اظہار خیال فرمایا اور آپ نے جملہ کمیٹیوں کے چیرمینوں کی سفارشات و آرا بھی سماعت فرمائیں۔ جن حضرات کو مزید کوئی تجویز پیش کرنا ہو وہ تحریری طور پر جناب سیکرٹری صاحب وزارت مذہبی امور کو دستی یا بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ ان تمام تحریری تجاویز و سفارشات پر کماحقہ غور اور عمل کی کوشش کی جائے گی۔ جو سفارشات و تجاویز آپ نے سماعت فرمائیں ان کی روشنی میں نماز کے بعد عالی مرتبت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اختتامی خطاب فرمائیں گے۔

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق :- میرے خیال میں نماز پڑھ لی جائے اور ایمان تازہ ہو جائے اور اس چیز سے ہم فارغ ہو جائیں پھر میں انشاء اللہ آپ سے کچھ گزارشات عرض کروں گا۔

نماز کے لئے وقفہ

اسٹیج سیکرٹری :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات گرامی آپ نے جملہ کمیٹیوں کے چیرمین صاحبان کی سفارشات و آرا کی سماعت فرمالی ہے ان سفارشات کی روشنی میں عالی مرتبت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اختتامی خطاب فرمائیں گے۔ جناب صدر پاکستان۔

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین۔

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ محمد ظفر الحق صاحب،

وزراء کرام، علمائے کرام، مشائخ عظام، دانشوران اسلام، اور معزز حاضرین

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

آج اس دو روزہ کانفرنس کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم آپس میں بیٹھ کر نفاذ اسلام کے متعلق تجاویز مرتب کر سکیں اور ان کی نشان دہی حکومت کو کر سکیں تاکہ ان تجاویز کے پیش نظر حکومت ایسے اقدامات کر سکے کہ جس سے نفاذ اسلام میں سرعت پیدا ہو۔

اس موجودہ نفاذ اسلام کے اجلاس کی چند ایک خصوصیات ہیں۔ سب سے پہلی خصوصیت جس کا آپ نے ابھی ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ یہ مجلس شوریٰ کے ہال میں ہو رہی ہے اور گزشتہ پانچ، چھ کنونشن جو ہوئے ہیں۔ اس اجتماع کے اندر کثرت سے علماء اور مفکرین نے حصہ لیا۔ اور یہی وہ ہال ہے جس میں آج سے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے منتخب شدہ نمائندے آکر اسی کام کو اور زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔ انشاء اللہ۔ دوسری چیز جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ حضرات نے جو محنت مشقت اور دو روز کی کاوشوں کے بعد جو تجاویز مجھ تک پہنچائی ہیں بہت مفید ہیں، بڑی ٹھوس ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اس پر عمل کر کے نفاذ اسلام کے کام میں کچھ سرعت پیدا ہو گی۔

میں آپ تمام حضرات کا اور خاص طور پر ان کمیٹیوں کا اور ان کمیٹیوں میں خاص طور پر ان سربراہان کمیٹیوں کا از حد مشکور ہوں کہ انہوں نے نہایت جامع طور پر اپنی سفارشات نہ صرف مرتب کی ہیں بلکہ ان کا اظہار بھی کیا ہے۔ تاکہ سب حضرات ان کی سفارشات سے واقف ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ اس اجلاس کے اختتام کے بعد وزارت مذہبی امور جس کا کہ نام ابھی تک مذہبی امور ہے، کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔ اور ان تمام سفارشات کو مرتب کر کے اس پورے دو روز کے اجلاس کی کارروائی کو ایک کتابی شکل میں چھاپ کر آپ حضرات تک اور ملک کے دوسرے علماء اور مشائخ اور مفکرین حضرات تک پہنچائی جائے گی تاکہ آئندہ اجلاس میں کم از کم اس چیز کا جائزہ ضرور لیا جا سکے کہ جو سفارشات مرتب کی گئی ہیں ان پر کس حد تک عمل ہوا ہے اور کس حد تک عمل نہیں ہوا۔

پاکستان میں آپ نے میری زبانی پہلے بھی بہت دفعہ سنا ہوگا اور آج پھر میں اس چیز کو دہراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمارے پاس نہ ہو۔ انسان کی جو طمع ہے اس کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو دیکھا جائے اور اس کی عنایتوں کو دیکھا جائے اس کی نعمتوں کو دیکھا جائے تو کم از کم مجھے تو کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ عنایت کی ہو۔ آپ کے پاس زمین ہے، مکانات ہمارے پاس ہیں، پانی ہمارے پاس ہے، درخت ہیں، جنگلات ہیں، معدنیات ہیں اور سب سے بڑھ کر ساڑھے آٹھ کروڑ عوام ایسے دیئے ہیں جن کے دل میں جذبۂ اسلام قائم و دائم ہے جس کی روح پرور مثال ابھی آپ نے چند روز قبل استصواب رائے یا ریفرنڈم کے زمانے میں دیکھی۔ لیکن ہمارے ہاں کمزوریاں بھی بہت ہیں اور یہ ان کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے کہ جس کا استحصال کرنے کے لئے نہ صرف یہ پانچواں یا چھٹا کنونشن ہے بلکہ گزشتہ دو روز سے میں اور آپ بیٹھ کر اس چیز پر سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ کس طرح سے اس کمزوری کو رفع کیا جائے۔ کمزوری کیا ہے؟ ہمارے دل کے اندر تو اسلام ضرور ہے، نیتیں بھی اللہ تعالیٰ نے شاید صاف دیں۔ لیکن عمل میں کمزوری ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے۔ میری ذات کا تعلق ہے۔ میں تو اس کمزوری کو ہر وقت تسلیم کرتا ہوں۔ اس

کے ساتھ کمزوری ہماری جو ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام کی تعلیمات میں اس کی روح اپنانے کا موقع ابھی تک مہیا نہ ہوا۔ اور اس کی ذمہ داری میں اپنے آپ پر اور حکومت پر بھی لیتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ بات بھی کروں گا کہ اس کی ذمہ داری آپ پر بھی ہے۔ چونکہ آپ نے اپنے دائرہ کار کو صرف ایک تک محدود رکھا ہے، اگر آپ علماء حضرات ہیں، آپ کا مدرسہ ہے، آپ کی درسگاہ ہے، آپ کی مسجد ہے یا آپ کا اپنا مکتب ہے یا آپ کا اپنا دائرہ کار ہے، اس حد تک آپ نے محدود رکھا ہے اور آپ نے ایسی چاردیواریاں اپنے ارد گرد باندھی ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے، یا اگر دیکھ سکتے ہیں تو دیکھنے کا مجاز نہیں ہے ہمارے ہاں سب سے بڑی کمزوری جو رہی ہے یہ ہے کہ ہمارا جو دائرہ خیال ہے محدود ہے، جہاں ایک طرف تو ہمارے ہاں ایک ایسا عنصر پایا جاتا ہے جس کی سوچ اتنی وسیع ہے، وسیع اس لحاظ سے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وسیع ہے۔ کہ وہ تمام مشرق و مغرب کے مسائل کو لاکر آپ کے سامنے سموتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب آپ کیسی وقیانوسی باتیں کر رہے ہیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے چلے جائیں، آپ موجودہ دور کی بات کیجئے۔ اور دوسری طرف ہمارا دائرہ خیال اتنا محدود ہو کر رہ گیا ہے کہ ہم کسی اور کا نقطہ نظر سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔

میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ آج سے چند سال پہلے حکومت نے یہ سوچا کہ پاکستان میں کتنے دینی مدارس ہیں یا عربی مدارس ہیں اور مجھے اس چیز کا علم تھا کہ اس وقت تک کوئی ادارہ حکومت کے اختیار میں نہیں تھا۔ تمام کے تمام ادارے پرائیویٹ تنظیموں کے تحت یا انفرادی طور پر شخصیات کے تحت چلائے جا رہے تھے۔ ہم نے ایک کمیٹی بنائی اس کمیٹی کے اندر تمام دینی مدارس کے ساتھ تعلق رکھنے والے معلمین یا منتظمین شامل تھے۔ ایک سال تک اس کمیٹی نے کام کیا اور میں نے تقریباً کئی دفعہ اس کمیٹی کی میٹنگ بلائی۔ دینی مدارس کے منتظمین کو جو اس کمیٹی میں شامل نہیں تھے انہیں بلایا اور ان سے میں نے عرض کی کہ دیکھئے آپ موجودہ دور میں صرف ایسے ذہن کیوں تیار کر رہے ہیں جن کا دائرہ کار صرف مسجد تک ہے ہم تو مسجد کو بھی سکول بنانے کی فکر میں ہیں، یہ آپ سے میں چار پانچ سال پہلے کا ذکر کر رہا ہوں۔ لیکن آپ ایسے ذہن تیار کیجئے

جو نہ صرف حکومت کو نہ صرف پاکستان کے عوام کو نہ صرف مساجد میں بلکہ تمام شعبہ ہائے زندگی کے اندر کم ازکم اکٹھے ہو کر یہ بتا سکیں کہ دیکھئے قرآن یہ کہتا ہے سنت رسول یہ کہتی ہے اور موجود دور میں لوگ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں اس لحاظ سے ہم نے انہیں درخواست کی کہ کیا ممکن ہے کہ آپ کے مدارس کے اندر جہاں آپ قرآن کی تعلیم دیتے ہیں حدیث کی تعلیم دیتے ہیں۔ جہاں آپ دینی مضامین کا جائزہ لیتے ہیں وہاں آپ کو جدید مضامین کی تعلیم بھی دی جائے، کچھ تاریخ، کچھ جغرافیہ پڑھائیں کچھ ریاضیات پڑھائیں کیا سائنس کے مضامین کی طرف آپ کی توجہ ہو سکتی ہے تاکہ آپ کے فارغ التحصیل جو میٹرکس کے برابر ہیں۔ ان کو ہم نے میٹرک کا درجہ دیا ہے جو ایف اے کے برابر ہیں ان کو ہم نے ایف اے کا درجہ دیا ہے جو بی اے کے برابر ہیں ان کو بی اے کا درجہ دیا ہے۔ تاکہ وہ ان کے متبادل ان فارغ التحصیل لوگوں کو جن کے پاس اس قسم کی جدید تعلیم کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں ان کے ساتھ ہم انہیں برابر کی سطح پر لا سکیں اور ان کے لئے بھی وہی مواقع ہوں جو کہ آپ کے لئے ہیں۔ ایک سال کے بعد اس کی رپورٹ مرتب کی گئی اور آج بھی میرے خیال میں بہت سی رپورٹیں میں نے دیکھیں لیکن اس سے زیادہ مستند اور ہر لحاظ سے واضح رپورٹ میں نے نہیں دیکھی۔ جس وقت وہ رپورٹ مرتب ہو گئی تو میں نے ایک اجلاس بلوایا اور اس اجلاس میں نہ صرف کمیٹی کے ممبران بلکہ ملک کی دینی درسگاہوں کے بہت سے منتظمین کو بھی بلایا اور میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنے والا تھا کہ دیکھئے یہ رپورٹ جو مرتب کی گئی ہے۔ اس میں جو موجودہ تنظیمات ہیں اور جو موجودہ طریقہ کار ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اس میں بہتری ہو سکتی ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے حکومت کا کوئی ارادہ نہیں کہ دینی مدارس یا عربی مدارس یا دینی درسگاہوں میں اپنا ہاتھ ڈالے یا مخل ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم کس طریقے سے آپ کی مدد کر سکیں۔ آپ یقین جانیئے کہ مجھے اتنا افسوس ہوا کہ اتنی بحث تمحیص کے بعد ایک سال کی محنت اور مشقت کے بعد متفقہ طور پر مجھے یہ سفارش کی گئی کہ جنرل صاحب آپ جو مرضی کام کیجئے آپ نے زکوٰۃ اور عشر نافذ کر دیا ہے۔ اس وقت تک ہم نے حدود کے قوانین رائج کر دیئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ یہ کریں، آپ دوسرے کام کریں۔ دینی مدارس کو چھوڑیئے آپ اس میں دخل مت دیں یہ ہمارا کام ہے بس۔ حکومت کا اس سے

کوئی ہاتھ نہیں ہونا چاہیئے ۔ ہمیں کیا معلوم کہ کل آپ اس پر بھی قبضہ کرلیں۔ وہ دن اور آج کا دن میں نے کبھی دینی درسگاہ کے متعلق نہیں پوچھا کہ کیسا چل رہے ہیں کیسا نہیں چل رہے ہیں۔ کسی نے اگر کوئی مدد مانگی ہے یا کسی چیز کا اظہار کیا ہے ۔ تو اگر میں اس قابل تھا تو میں نے انہیں مدد ضرور فراہم کی ۔ میں آپ کو اپنی آپ بیتی سنا رہا ہوں ۔ جگ بیتی نہیں سنا رہا ہوں۔ اب یہ بتائیے کہ موجودہ دور میں جہاں یہ ازحد ضروری ہے کہ ہمارا نقطہ نظر دینی اور دنیاوی ، ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ ہمیں جدید طاقتوں کا بھی علم ہو اس کے ساتھ آپ کہاں گوارا کر سکتے ہیں کہ ایک تعلیم یافتہ شخص صرف اتنا ہی جانتا ہو کہ قرآن کی کتنی سورتیں ہیں ان کا کیا ترجمہ ہے اور وہ مسجد میں بیٹھ کر صرف اپنی روزی کمانے کا خیال رکھے۔ لہٰذا اس چیز کی نشاندہی کرتے ہوئے ممکن ہے میرا خیال غلط ہو آپ کا خیال اس کے مطابق ہو اگر اس سلسلے میں کوئی آپ کی سفارشات ہیں تو ضرور مجھ تک پہنچائیے ۔ جب تک میرے ذمے کچھ فرائض ہیں میں انشاء اللہ ان کو ضرور پورا کروں گا لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں آپ کی اس کمزوری کی میں نے نشاندہی کی ہے وہاں مجھے اس چیز کا بھی احساس ہے کہ تحریک پاکستان میں جب صحیح معنوں میں قوت آئی تو وہ اور وقت تھا جب کہ تقسیم ہند سے پہلے کے ہندوستان کے اندر علماء کرام نے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کا ساتھ دیا اور اس وقت وہ بھی علمائے کرام تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے وہ بھی دینی تنظیمیں تھیں جو یہ کہتی تھی کہ یہ کافر ہیں یہ غلط کہتا ہے ہمیں کوئی پاکستان نہیں چاہیئے وہ بھی آج آپ کی دعا سے یہاں موجود ہیں ۔ لیکن اکثر و بیشتر وہ تھے جنہوں نے کہا کہ ہاں ۔ اگر دینِ اسلام کے لئے کوئی راہ ہے تو ہم بغیر ایک سلطنت کے "ایک ریاست کے بغیر ، ایک ملک کے بغیر ہم اس دین کو آگے نہیں بڑھا سکتے ورنہ اس برصغیر کے تمام مسلمان آئندہ آنے والی صدیوں تک غلاموں کی طرح رہ جائیں گے اور نعوذ باللہ اسلام کو کوئی نہیں مٹا سکتا لیکن اتنا دھچکا لگے گا کہ پھر اس خطے کے اندر اسلام کے نام لیوا بہت کم رہ جائیں گے ۔ اس کے تحت آپ کا پاکستان بنا ہے اور اس کی قوت آپ ہی ہیں۔

پھر اس کے بعد آپ دیکھئے کہ کہاں تک دین اسلام کے لئے کوششیں ہوئیں ۔ ۱۹۴۹ء کی آئین ساز اسمبلی وجود میں آئی ۔ اس میں سب سے پہلے قرارداد مقاصد پاس کی گئی ۔ قرارداد مقاصد وہ نکات ہیں جن کے ذریعے سے

ایک اسلامی ریاست ہیں، بروہی صاحب سے بڑی معذرت کے ساتھ اس لفظ کو استعمال کر رہا ہوں کہ ایک اسلامی ریاست کا وجود ایک اسلامی ریاست کی روح قرار داد مقاصد پاس ہوئی جو آج تک کبھی کسی آئین کا حصہ نہیں بنی اس کے بعد ۱۹۵۲ء میں اور اس وقت کی شخصیات آج ہم میں موجود ہیں۔ مولانا ظفر احمد انصاری یہاں موجود ہیں آپ ان سے پوچھ لیجئے ملک بھر کے ۳۲ علماء کرام نے بیٹھ کر ۲۲ نکات پر تعلیمات اسلامی کی جو تشکیل دی تھی انہوں نے نشاندہی کی ہے کہ پاکستان جو ایک اسلامی ریاست بن چکا ہے اس کے آئین کا کیا رخ ہونا چاہیئے اس کی حکومت کا کیا رخ ہونا چاہیئے اس کی سیاست کا کیا رخ ہونا چاہیئے اور اس کی تعلیمات کا کیا رخ ہونا چاہیئے آج تک وہ ۲۲ نکات جہاں تک کہ آئین ساز اسمبلی کے اغراض و مقاصد کا تعلق ہے وہ تو آئین کے دیباچہ میں شامل ہو گئے لیکن یہ ۲۲ نکات آج تک کسی جگہ پر آپ کو نظر نہیں آئیں گے۔ سوائے انصاری کمیٹی کی رپورٹ کے۔

میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ صورتحال جو وجود میں آئی ہے جس ذریعے سے گزشتہ سات ساڑھے سات سال کے عرصہ میں ہم دین اسلامی کی کچھ تھوڑی سی خدمت کرنے کے قابل ہوئے اس میں نہ میرا کوئی حصہ ہے نہ کسی اور کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تحریک بھی آپ دیکھئے کہاں سے اٹھی یہ تحریک مسجد و منبر سے اٹھی ہے اور ۱۹۷۷ء میں اٹھی، پاکستان بننے کے تیس سال بعد لوگوں کو یہ احساس ہوا ہے کہ ہم نے تو یہ ملک کسی اور مقصد کے لئے بنایا تھا اور یہاں ہم اشتراک کی بات کرتے ہیں یہاں ہم اشتراکیت کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہاں ہم سوشلزم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس تحریک کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے اور یہ آپ کی طاقت تھی اور عوام کا تعاون تھا جس کے ذریعے سے آج میں آپ کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہہ رہا ہوں۔ لہٰذا میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ یہ دیکھئے کہ ہمارے ہاں کمزوری کس چیز کی ہے اتنا کچھ کہنے کے بعد جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے ہاں بہت سی قوتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑے انعامات دیئے ہیں لیکن ہماری کمزوریاں جو ہیں ان کی طرف بھی ہماری نشاندہی ہونی چاہیئے اور سب سے بڑی کمزوری حکومت کی جس کا میں آپ کے سامنے اعتراف کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے ہاں عمل اور تنقیدی پہلو بیحد

کمزور ہے۔ ساڑھے سات سال تو مجھے ہو گئے ہیں اور اس میں میں کسی اور کو ذمہ داری نہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ میں یہ چاہوں گا کہ ہمارے سرکاری افسران ملازمین انتظامیہ اس قسم کے ہیں قطعاً غلط ہیں ہم سب معاشرے کے اندر ذہنی طور پر ابھی تیار نہیں ہیں کہ ہم قبول کر لیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ادھر دماغ بھٹکے گا، ادھر تنقید ہوگی، ادھر تجاویز آئیں گی۔ لیکن کوئی لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے ہماری قوتیں کمزور ہیں۔ اس میں کچھ انفرادی کمزوری بھی ہو سکتی ہے۔ کچھ النسانی کمزوری بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نیتیں صاف ہیں ورنہ ساڑھے سات سال میں اتنی عنایتیں کبھی نہیں ہو سکتیں۔ لہذا میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جو سب سے بڑی کمزوری ہے، پہلے اس کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کل جہاں آپ حضرات نے بہت محنت کی ہے اور کافی دیر رات گئے تک اپنی تجاویز کو مرتب کرتے رہے ہیں وہاں میں بھی کچھ تھوڑا سا اپنے احباب کے ساتھ مل کر سوچتا رہا ہوں کہ کل کے اجلاس میں اس طریقے سے اس اجلاس کی جو سفارشات ہیں، تجاویز ہیں یا کون کون سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ تو اس میں سب سے پہلی چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے اور جس کے متعلق رات کافی دیر تک بحث ہوتی رہی ہے اور آخر نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیں چاہیئے کہ اس تنفیذی عمل کی طرف اگر ہم توجہ دیں اس کے لئے ہم کیا صورتحال اختیار کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ موجودہ تجاویز اور پیوستہ تجاویز جن کا ذکر ہر کمیٹی نے تقریباً کیا ہے، نہ صرف ان کا جائزہ لینے کے لئے بلکہ ان کو صحیح طور پر حکومت کی نہ صرف نشاندہی کرنے کے لئے بلکہ رہنمائی کرنے کے لئے بھی دو کمیٹیوں کی اشد ضرورت ہے۔ ایک کمیٹی وہ جو کہ قانون کی طرف توجہ دے۔ یہ ایک مختصر کمیٹی ہو جس کے تین یا چار ممبران ہوں جن کو قانون اور علم فقہ، قصاص پر عبور ہو۔ یہ ان حضرات کی کمیٹی ہو جو یہ دیکھے کہ پاکستان میں اس وقت اسلامی قانون سازی کے پہلو میں کیا کمی ہے۔

ابھی آپ نے مولانا تقی احمد عثمانی صاحب کی زبانی سنا کہ اس وقت ملک میں تین قوانین رائج ہیں اور ان تینوں قوانین کو کس طریقے سے ایک طریقہ کار میں سمویا جا سکتا ہے۔ مولانا کی تجویز بڑی حد تک صحیح اور ایماندارانہ ہے آج آپ قانون نافذ کر دیجئے کہ تمام قوانین اسلامی رنگ میں ڈھالے گئے ہیں۔ لہذا تمام عدالتیں کل سے اسلامی

قوانین کے مطابق عمل پیرا ہوں گی ۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ۔ میں سات سال سے یہی سوچتا آرہا ہوں اور خاص طور پر مولانا تقی عثمانی صاحب سے میری کوئی چھ نشستیں ہو چکی ہیں ۔ یا تو آپ اس کو میری کمزوری سمجھ لیجئے یا آپ سمجھ لیجئے مجھے طریقہ کار کا علم نہیں ہے لیکن جو تشویش میرے دل میں ہے وہ یہ ہے کہ کل کو جب ایک قاضی کے پاس آپ اپنا مقدمہ لے کر جائیں گے تو آپ کہیں کہ جناب میں ہاتھ یہاں سے کاٹوں یا یہاں سے کاٹوں۔ یہ بھی نہیں بلکہ ہمارے ہاں تو ایسے ایسے ذہن پائے جاتے ہیں کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ آج موقع دیں تو ہمارے لوگ اتنے ذہین ہیں کہ آپ کو ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ جناب سود حرام نہیں ہے ۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ اگر میں آج یہ قانون نافذ کر دیتا ہوں تو کل عدالتوں کی کیا صورت حال ہوگی ۔ ہمارے پاس تو یہاں ایک حدیث کی تشریح کرنے والے نہیں ہیں ۔ اور جو جید علماء ہیں وہ اس چیز سے احتیاط کرتے ہیں کہ کسی طرح آپس میں نا اتفاقی نہ ہو ۔ میں اس چیز کے کہنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ آج پاکستان کا کوئی قانون ایسا نہیں ہے جو اسلامی رنگ میں نہ ڈھالا جا سکا ہو ۔ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی نے تقریباً ڈیڑھ ہزار قوانین کا جائزہ لے کر اسلامی قالب میں ڈھالا ہے ۔ وفاقی شریعت کورٹ نے باقی ماندہ جتنے قوانین تھے ان کو اسلامی رنگ میں ڈھالا ہے ۔ آج پاکستان کے قوانین میں کوئی قانون ایسا نہیں ہے جو اسلامی آئین کے خلاف ہو کم از کم میرے نقطہ نظر سے ، ہاں آپ اس پر بحث ضرور کر سکتے ہیں کہ جناب آپ کے عائلی قوانین اور آپ کے مالی قوانین کا کیا درجہ ہے اس پر بحث ہو سکتی ہے ۔ لیکن جہاں تک دائرہ کار ہے اس میں اور کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ صرف جو کام کرنے والا رہ گیا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ جہاں پر کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی نے اور فیڈرل شریعت کورٹ نے تمام قوانین کا جائزہ لے کر ان میں ترامیم کر دی ہیں ، ان ترامیم کے ساتھ ان کو آئینی شکل دینے کی ضرورت ہے ۔ یہ کام وزارت عدل و انصاف کا ہے اور یہ کام کسی حد تک مقننہ کا ہے ، کابینہ کا ہے ۔ وہاں پر کچھ تھوڑی بہت تیز رفتاری کی ضرورت ہے ۔ میں یہ کہنے میں بڑا فخر محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے پچھلے ساڑھے سات سال کے عرصے میں عدل و انصاف پر اپنی توجہ زیادہ مرکوز رکھی ہے ۔ میں اس میں اپنی کوئی تعریف نہیں سمجھتا لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء کے بعد جس وقت ہم نے

عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا تو اگلے روز ۶ تاریخ کو میں نے بروہی صاحب کو بلایا۔ یہاں آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ۔ میں نے بروہی صاحب سے کہا کہ بروہی صاحب میرے پاس نوے دن ہیں آپ ملک کے قانون دان ہیں آپ ملک کے دانشور ہیں للہ مجھے بتائیے کہ میں نوے دن کے اندر اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ بروہی صاحب یہاں بیٹھے ہیں پوچھ لیجئے اور میں بروہی صاحب کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ ان کا احسانمند ہوں ، نوے دن تو گے ختم ہوگئے ، ۱۹۷۹ء کے اندر ہم نے حدود قوانین کا آغاز کیا۔ یہ داغ بیل اس وقت ڈالی گئی تھی لیکن میں جس کی طرف آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں اس معاشرے کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ صحیح معنوں میں عدل و انصاف نہ ہو۔ اور عدل و انصاف کی طرف مولانا تقی عثمانی کا نقطہ نظر اگر آپ لیں تو تین قوانین ہیں ۔ اگر میرا نقطہ نظر لیں تو ہم کہتے ہیں کہ تین قوانین تو ہو سکتے ہیں لیکن ہم نے اسلامی قالب میں ان کو ڈھالا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ آپ ایسے لوگ سامنے لائیے ، عدالتیں ایسی ہوں کہ اسلام کے نام پر ہم دنیا بھر میں مذاق نہ بنیں ۔ صحیح معنوں میں اسلامی عدالتیں ہونی چاہئیں۔ ہماری تمام کی تمام توجہ اس چیز پر ہے۔ آج میں آپ کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے کم از کم چھ مرتبہ کہا ہے کہ قاضی عدالتیں ایک سال کے اندر بن جائیں گی ، چھ مہینے کے اندر بن جائیں گی ، دو مہینے کے اندر بن جائیں گی لیکن ہم ابھی تک ان کو قائم کرنے کے قابل نہیں ہوسکے ۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہماری نیت خراب ہے بلکہ اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ ہم اس کے دائرہ اختیار کا ابھی تک جائزہ مکمل نہیں کرسکے۔ قاضی کورٹس آرڈیننس کی تکمیل ہو چکی ہے۔ قانون شہادت بن چکا ہے ۔ قانون شہادت پر بھی آپ کا اعتراض ہو سکتا ہے جیسا کہ مولانا نے کہا کہ جناب یہ تو پرانے آئین کو آپ نے نئی شکل دے کر بنا دیا ہے۔ تو پھر آپ نیا قانون اگلی مقننہ کے اندر لائیے ۔ کہ جناب یہ قانون شہادت اسلامی نہیں ہے ۔ اس کا صحیح اسلامی رنگ ہونا چاہیئے ۔ ہم نے ایک نقطہ نظر وہ بھی دیکھا ہے ، قانون شہادت کا ایک مسودہ وہ بھی دیا گیا تھا جو بقول مصنف صحیح طور پر اسلامی تھا۔ اسی جگہ تین سو دس نمائندوں نے جو کہ مجلس شوریٰ کے نام سے مشہور ہے وہ اس منزل کو طے نہیں کرسکا۔ اور اس میں بھی تمام کے تمام ایسے آدمی نہیں تھے کہ جن کو علم نہ ہو تمام کی

تمام کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کے ممبران کو میں نے اجازت دی تھی کہ وہ مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اپنے مسودے کو جو کہ قانون شہادت ہے اس کو مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کریں۔ پھر یہ سعادت راجہ ظفر الحق کو، مسٹر شریف الدین پیرزادہ کو ہوئی۔ انہوں نے آپس میں بیٹھ کر علمائے کرام سے مل کر اور مجلس شوریٰ کے جو ممبران تھے وہ، اور جو باہر تھے سے مل کر، ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک ایسا مسودہ بنایا ہے جس پر مجھے آج فخر ہے کہ ہم نے اپنے نقطہ نظر سے اور دوسرے جو مفکرین تھے ان کے نقطہ نظر سے آپ کے سامنے قانون شہادت کا ایک ایسا مسودہ پیش کیا ہے جو اب رائج ہے۔ آج تک مجھے کسی کی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں موصول ہوا کہ جناب آپ کا دیا ہوا قانون شہادت اسلامی نہیں ہے۔ یہ غیر اسلامی ہے، اس کی یہ شق اسلام کے خلاف ہے، ایک ایسی سفارش آج تک نہیں آئی اور آپ کی دعا سے موجودہ تمام عدالتوں میں اسلامی قانون شہادت آج رائج ہے۔

ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اگر آپ کی تجاویز اور پاکستان کے مفکرین پاکستان کے دانشوران اور پاکستان کے قانون دانوں کی طرف سے کوئی سفارش آتی ہے کہ یہ مسودہ جو قانون ہے یا قانونِ شہادت کی لحاظ سے غلط ہے تو اس کی فوری طور پر ترمیم کی جائے گی۔ لہذا ایک کمیٹی جو میں آپ کے سامنے ذکر کر رہا تھا وہ تو یہ ہے کہ قانون کا جائزہ لے۔ پاکستان کی قوانین کا جائزہ لے اور اس کی رفتار کا جائزہ لے۔ حکومت کو نشاندہی کرے اور حکومت کی راہنمائی کرے کہ یہ رفتار تیز تر کس طرح ہو سکتی ہے۔ باقی تمام مضامین جو کہ اسلامی نظام کے علقہ کار کے اندر آتے ہیں۔ اس کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی بنائی جائے گی اور اس کمیٹی کا دائرہ کار وسیع ہوگا باقی تمام مضامین خاص طور پر یہ پانچ کمیٹیوں کے مضامین اور اس کے بعد جس کا ذکر سرسری طور پر ہر کمیٹی میں ہوا ہے وہ تعلیم ہے اور ڈاکٹر افضل صاحب نے موجودہ حکومت کی پالیسیز اور اس سلسلے میں جو کام کیا ہے اس کا مختصراً جائزہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق خاص طور پر اور باقی تمام پانچ مضامین جن کے اندر یہ پانچ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں تھیں اور نظام اسلام، نفاذ اسلام کے تمام دائرہ کار کا جائزہ لے کر اگلے تین ماہ کے اندر حکومت کی راہنمائی کرتے ہوئے

وہ اپنے لائحہ عمل اختیار کرتے ہوئے بتائیں گے کہ ہم نے جو جائزہ لیا ہے اصلاحِ معاشرہ میں اب یہ کمی ہے رفاہِ عامہ کے اندر یہ کمی ہے، تعلیم میں یہ کمی ہے۔ وہ اگر چاہیں تو اپنے آپ کو دس بارہ آدمیوں کی کمیٹی ہوگی وہ اپنی ذیلی کمیٹیاں بنالیں۔ مضامین کے مطابق ان کی تشکیل دیں اور جو سفارشات پچھلے تمام علمائے کرام مشائخ عظام اور نفاذِ اسلام کے اجلاسوں میں پیش ہوئی ہیں ان کا جائزہ لیتے ہوئے اس اجلاس کی جو سفارشات ہیں اس کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت کے جو اقدامات ہیں ان کی رو سے دیکھیں کہ کہاں کہاں کیا کمی ہے اس چیز کو اور مضبوط کیا جاسکتا ہے جس کے لئے ہم نے تین ماہ کی مدت دی ہے۔

ان دو کمیٹیوں جن کا میں نے ذکر کیا ہے کے ممبران کی تفصیل انشاءاللہ اگلے پندرہ روز کے اندر اندر اعلان کروں گا۔ یہ پندرہ دن کوئی اس واسطے نہیں دیئے گئے کہ شاید ہمیں کوئی وقت کی ضرورت درکار ہے پندرہ دن کا وقت ہم نے اس لئے مقرر کیا ہے۔ جن حضرات کو زحمت دینی ہے پہلے ان سے بھی پوچھنا پڑے گا کہ آیا آپ اس کمیٹی کی سربراہی قبول فرمائیں گے یا بروہی صاحب نے جو فرمایا ہے، کہیں کہ جناب آپ ہمیں یہ ذمہ داری کیوں دے رہے ہیں کسی اور کو دیجئے۔ ہمیں تو پانچ نمازیں اپنی پڑھنی ہیں لہذا ان حضرات کی منظوری بھی جائز ہے اور اس کے ساتھ اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے مجبور ہو تو ان کی جگہ کسی اور آدمی کو ڈالنا پڑے گا۔ لیکن قانون کی کمیٹی جو ہم نے جائزہ لیا ہے کے بارے میں احباب کی رائے یہ ہے کہ اس میں تین یا چار آدمی ہوں اور یہ دوسری کمیٹی میں تقریباً دس یا بارہ ممبران ہوں اور ان کا چناؤ کرنے کے بعد انشاءاللہ میں اگلے دس، پندرہ دنوں کے اندر اس کا اعلان کروں گا اور مجھے امید ہے کہ یہ کمیٹیاں جو مسلسل اپنا کام جاری رکھیں گی جب تک کہ ان کی پہلی سفارشات حکومت کے سامنے نہیں آجاتیں اور اس کے بعد پھر یہ اپنا دائرہ کار خود اختیار کریں گی کہ ان کو کس طریقے پر کتنے وقفے کے بعد ملنا چاہیئے یہ جو پانچ کمیٹیاں ہم نے بنائی ہیں میرے خیال میں اگر ان کی تجاویز پر پورا عمل کیا جائے تو پھر کسی کمی کو محسوس کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

اصلاحِ معاشرہ پر جناب مسٹر جسٹس پیر کرم شاہ صاحب جو کمیٹی کے سربراہ تھے نے جس انداز سے اور

جس وسعت کے ساتھ اور جس بھرپور طریقے سے اپنی سفارشات پیش کی ہیں وہ قابلِ قدر ہیں۔ فضول خرچی کو لے لیجئے، سادگی کو لے لیجئے، جھوٹ، دغا، فریب، پارلیمانی ضابطہ اخلاق، انتظامی ضابطہ اخلاق، سرکاری ملازمین کا تحفظ، اسلامی تعلیم، معیشت کا لازمی ہونا۔ انہوں نے بھی یہ سفارش کی ہے کہ ایک مختصر سی کمیٹی صدر پاکستان کی نگرانی میں ہونی چاہیئے یہ سفارشات حتمی طور پر اور اصولی طور پر میں ان کو قبول کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ جس کمیٹی کی ہم نے تشکیل کی ہے وہ بھی اس کا جائزہ لے کر ہماری راہنمائی کرے گی۔

اسی طریقے سے تنفیذ شریعت کمیٹی کے سربراہ جناب مسٹر جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب نے فرمایا:۔

نفاذ اسلام کے سلسلے میں اقدامات اور ریفرنڈم کے اثرات کی وجہ سے صدر پاکستان کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں میں اسے قبول کرتا ہوں اور جو قرار دادیں انہوں نے منظور کی ہیں جن کی طرف نشاندہی کی ہے انشاء اللہ اس کا جائزہ وہ کمیٹی لے گی جن کا تعلق قانون یا آئین کے ساتھ ہے۔ لیکن مولانا نے یہ بھی کہا ہے کہ جس قرارداد پاکستان کا میں نے بارہ اگست ۱۹۸۳ء کی تقریر کے اندر ذکر کیا تھا وہ ابھی تک آئین کا حصہ نہیں بن سکی ہے۔ اس سلسلے میں، میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آئین میں چھوٹی موٹی ترامیم تو ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن اہم ترامیم جن میں قرار داد پاکستان کو آئین کا حصہ بنانا صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کے اختیارات میں توازن پیدا کرنا اور آئین کے متعلق دوسری کوئی اہم ترامیم پیش کرنا شامل ہے۔ ان تمام کا میں انشاء اللہ مسودہ بنا کر کابینہ سے اس کی منظوری لے کر اعلان کروں گا اور اس وقت یہ قرار داد مقاصد بھی انشاء اللہ آئین کا حصہ بنے گی مولانا نے بھی نگران ادارہ یا کمیٹی کا ذکر کیا ہے۔ ناظمین صلوٰۃ کو نظام حسبہ کے مطابق چلانے کی جو تجویز ہے میں مولانا سے گزارش کروں گا کہ اگر اس کی کوئی تفصیلی رپورٹ عطا فرمائیں تو ہم انشاء اللہ اس پر فوری عمل کریں گے۔ قاضی کورٹس کے متعلق میں بتا چکا ہوں، بینکاری اور شریعت بورڈ کے متعلق میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ بذات خود معاشیات کے ماہر ہیں اور دین اسلام سے بھی آپ کا تعلق ہے اس کے علاوہ اگر آپ چاہیں تو کسی اور صاحب کو مقرر کیجئے کیونکہ سٹیٹ بنک کے ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب سے ہمارا رابطہ قائم ہے لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں

کہ جو پاکستان کا تجربہ ہے میرے خیال میں، میں کوئی بڑا بول نہیں بولنا چاہتا ہوں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے پاس اس وقت معیشت کے میدان میں ایسے ذہن موجود ہیں، ایسی شخصیات موجود ہیں جو کہ اس نظام کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق آگے لے جا رہے ہیں جس کا ایک خاکہ آپ نے یکم جنوری کو غلام اسحاق صاحب کی زبانی سنا دو سرا تین مہینے کے بعد پھر سنیں گے، انشاء اللہ ۳۰ جون ۱۹۸۵ء تک ہماری یہ کوشش ہے کہ پاکستان کی تمام معیشت اور مالی نظام شریعت کے مطابق ہوں اگر اس میں کسی صاحب کو کوئی عذر ہے یا آپ دیکھتے ہیں کہ یہ غلط سسٹم ہے تو للہ آئیے ہم تو کوئی باہر سے نہیں آتے ہیں آپ اگر بتا دیتے، صحیح سفارش کیجئے آپ اس کا متبادل کوئی طریقہ کار بتا دیتے، غلام اسحاق صاحب یہاں بیٹھے ہیں پوری وزارت مال یہاں پر بیٹھی ہوئی ہے ہم آپ کے ساتھ بحث کر کے بتائیں گے کہ یہ اسلامی ہے یہ اسلامی نہیں ہے اور اگر آپ ہمیں قائل کر سکے تو جو تجویز آپ کی ہوگی اسے ہم شامل کر لیں گے بشرطیکہ آپ کے کہنے کے مطابق یا بحث وتمحیص کے بعد وہی لوگ جو اس چیز کا علم رکھتے ہیں وہ اس چیز کا جائزہ لے کر یہ کہیں کہ یہ اسلامی ہے۔ اگر اس میں غیر اسلامی عنصر ہوگا ہم اسے فوراً نکال دیں گے۔ لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تمام اسلامی ممالک میں معیشت کو شریعت کے مطابق کرنے کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں پاکستان اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب سے آگے ہے۔ اگر آپ مجھے کسی ملک کی مثال دیں۔ میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا تو میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں کہ ان کا طریقہ کیا ہے اور ہمارا طریقہ کیا ہے اگر آپ یہ چاہیں کہ نام تو ہو اسلامی اور سونا خرید کر اور اس کو بیچ کر منافع کما کر اس کو سود کا نام نہ دیں منافع کا نام دے دیں تو اگر یہ آپ کے خیال میں اسلامی ہے تو ہمارا نظام اس سے بڑھ کر اسلامی ہے۔ معیشت کے میدان میں نہ صرف ماہر معیشت ہونا ضروری ہے بلکہ ہمارے نقطہ نظر سے دین اسلام پر پورا حاوی ہونا بھی ضروری ہے۔ تقریباً پندرہ علماء کے ساتھ پچھلے تین سال میں نہ صرف میری بحث وتمحیص ہوئی بلکہ غلام اسحاق خان صاحب نے صبح سے لے کر شام تک ان سے علم حاصل کیا ہے۔ یہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پاکستان کا نظام معیشت انشاء اللہ ایک مثالی نظام معیشت ہوگا۔ اور ایسا ترقی کرے گا کہ دوسرے

اسلامی ممالک بھی اس کو قبول کرنے پر فخر کریں گے ۔ اب بھی آپ کی دعا سے جتنے مسودے پاکستان میں تیار ہوتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک نے درخواست کی ہے کہ ہمیں بھجوائیں تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ پاکستان میں کیا انتظام ترتیب دیا گیا ہے ۔لیکن گھر کی مرغی دال برابر۔ جو کوششیں ہوئی ہیں یا جو ترقی ہوئی ہے اس میں تنقیدی پہلو دیکھنے کے لئے تو ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن کبھی دو الفاظ تعریف میں بھی نکل جائیں تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں انسان کو اتنا عالی ظرف ہونا چاہیئے۔

وحدت امہ کمیٹی کے سلسلے میں سید رضی مجتہد صاحب کی سفارشات بہت ٹھوس ہیں ۔انشاء اللہ ان پر عمل کیا جائے گا۔

جہاں تک اسلامی یونیورسٹی میں علماء کے کورس کا تعلق ہے انشاء اللہ ہم اس کا جائزہ لیں گے اس کے دائرہ کار کو ہم بڑھا رہے ہیں۔ اسلامی یونیورسٹی انشاء اللہ ایک بہت وسیع یونیورسٹی ہوگی اور یہ ایک مثالی یونیورسٹی ہوگی ۔ ایک ماڈل ہوگا۔ جس کو ہم باقی صوبوں میں بھی قائم کریں گے ۔ جو ہماری تعلیمی درسگاہیں اور دینی درسگاہیں ہیں اس میں یہ پہلو ضرور آئے گا لیکن اس بات کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے جس کا کہ مولانا رفیع عثمانی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ ہم تمام مساجد کو خطبات بھیج دیں کہ وہ ایک ہی خطبہ دیں ایک ہی تقریر کریں۔ آپ یقین جانیئے ہمارے تو اوقاف کے مولوی قابو میں نہیں آتے آپ تیس ہزار کی بات کرتے ہیں یہاں آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے حضرات میں سے سب سے بھرپور کوئی تقریر کرے گا تو اوقاف کا مولوی کرے گا۔ سب سے زیادہ تنقید کرے گا تو اوقاف کا مولوی کرے گا۔ اس سے میں یہ نہیں کہتا کہ ہم ان کی کوئی زبان بندی کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ہمارا صبر نہیں دیکھتے ؟ لہذا میں تو اس چیز پر فخر کرتا ہوں کہ ساڑھے سات سال میں، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہی اس چیز پر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے سننے کے لئے بہت کچھ دیا ہے ۔صبر دیا ہے، حوصلہ بھی دیا ہے اور اسی حوصلے کی وجہ سے اور آپ کے تعاون سے آپ کی نشاندہی، آپ کی اس تنقید کی وجہ سے ہم کچھ اس میدان میں ترقی بھی کر سکتے ہیں ۔ لیکن افواج پاکستان میں ہم نے یہ طریقہ کار آج بھی اختیار کیا ہوا ہے کہ سال کے ۵۲ جمعوں کے لئے پورے کا پورا خطبہ، اس کی حدود، عربی، اس کے مضامین

تمام ملٹری مساجد کے اندر ایک جیسے ہوں۔ لیکن پورے پاکستان کے اندر کرنے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح شاید ایک دوسرے کے مسلک کے اندر دخل اندازی ہو جائے۔ ہماری کسی کے ساتھ کوئی دشمنی ہے نہ فساد ہے نہ اعتراضات ہیں ائمہ مساجد کا بعد میں ذکر کروں گا کہ ان کا کیا رتبہ ہونا چاہیئے۔

جناب دوست محمد فیضی صاحب ہمارے نہ صرف جوانسال وزیر ہیں بلکہ بڑی بھرپور شخصیت ہیں صرف گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی ہیں اور انہوں نے رزق حلال کے متعلق کم درجہ کے ملازمین کی ضروریات کے لئے اور ایک چیز کے متعلق انہوں نے بڑی خاص نشاندہی کی ہے کہ ڈرائیورز کو کھانا دیا جائے۔ میں فیضی صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری یہ آج سے نہیں، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے۔ میرا یہ معمول رہا ہے کہ اگر میں نے کسی شخص کو اپنے گھر میں دعوت دی ہے تو اگر تانگے پر بیٹھ کر آئے ہیں تو تانگے والے کو اگر وہ رکشا پر بیٹھ کر آئے ہیں تو رکشا والے کو وہی کھانا کھلایا جو میں نے اور میرے مہمان نے گھر میں بیٹھ کر کھایا۔ یہ آج سے نہیں جب سے مجھے یاد ہے اس وقت سے ہے اور موجودہ دور میں جب سے صدر پاکستان کا اعزاز مجھے نصیب ہوا ہے کوئی ضیافت ایسی نہیں ہے جس کے اندر پہلے ڈرائیورز کو وہی کھانا نہیں کھلایا گیا جو ہم نے کھائیں۔ لیکن اب بتائیے کہ میں پاکستان کے عوام کے لیے یہ قانون کیسے نافذ کر سکتا ہوں کہ وہ ڈرائیورز کو پہلے کھانا کھلائیں۔ یہ تو اسلام کہتا ہے۔ ہاں اگر آپ یہ کہیں کہ ضابطہ اخلاق اگر کوئی حکومت بنا دے۔ پاکستان کے شہریو، آپ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اس کی روح کے مطابق اگر آپ کسی کی ضیافت کرتے ہیں تو وہ ٹیکسی میں یا گاڑی میں بیٹھ کر آتے ہیں تو ان کے ڈرائیور کو کھانا کھلانا نہ بھولیں۔ یہ ضابطہ اخلاق کے اندر تو آسکتا ہے لیکن جو میں نے طریقہ اختیار کیا ہے آپ کا اور اکثر و بیشتر باقی حضرات کا بھی طریقہ رہا ہوگا۔ لیکن آپ کی نشاندہی کی میں تعریف کرتا ہوں کہ کم از کم جو صاحب اس چیز پر عمل نہیں کرتے ہوں گے تو وہ آج فیضی صاحب کی اس سفارش پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ثواب دے۔

عبدالباقی صاحب نے بحالئ عظمت رفتہ مساجد و مدارس اور ائمہ مدارس کا ذکر کیا ہے۔ ان کے

۲۲ نکات تھے۔ اور مولانا باقی نے اپنے وزن اور طاقت کے مطابق ان ۲۲ کو دہرایا ہے اور میں مولانا باقی صاحب کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم کوشش کریں گے کہ آئمہ مساجد کی اس طریقے سے حوصلہ افزائی کریں۔ لیکن اس سلسلے میں، میں آپ کی خدمت میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی میری طرح ملک کے بعض حصوں میں گئے ہوں گے۔ بعض بعض ایسے علاقے ہیں کہ آپ بیس، بیس، تیس، تیس میل سڑک پر سفر کر لیجئے آپ کو کوئی مسجد نظر نہیں آتے گی۔ اگر کوئی مسجد نظر آتے گی تو وہ کسی گاؤں کے اندر نظر آتے گی۔ یا وہاں پر کوئی ڈھوک ہے یا کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے یا چند دکانیں بنی ہوئی ہیں وہاں مسجد نظر آتے گا اور بعض بعض جگہ پر آپ کو پانی بھی نہیں ملے گا اس کے لئے بھی آپ کو لوٹا بھر کر دوسری جگہ سے جا کر لانا پڑے گا۔ شاید کہیں کنواں وغیرہ بھی ہو۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں عوام، معاشرہ، اور حکومت کن معجزات کا نام ہے کیونکہ ایک معاشرے میں مثلاً آپ نے چند افراد کو اختیار دیا ہے کہ وہ حکومت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور اسی معاشرے میں چند ایک افراد ہیں جن میں اپنا رہن سہن ان کے گھر کے اپنے افراد ہے۔ اڑوس پڑوس کے فرائض ہیں۔ علاقے کے فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ صاحب ہیں جو اس مسجد کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں میں اس چیز سے اتفاق ضرور کرتا ہوں کہ امام مسجد کا وہی عہدہ ہونا چاہیئے جو ہمارے ہاں مسجد کا ہے۔ باقی صاحب نے مسجد کے وقار کے لئے بڑی بھرپور تقریر کی ہے لیکن مسجد کو ہم اتنا وقار دے رہے ہیں لیکن وہ شخص جو آپ کو اور مجھے نماز پڑھانے کے لئے ہے ہم اسے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ آگئے ہوں اس کو پھر ہم جمعرات کی دو روٹیوں پر رکھ کر کہیں کہ صاحب آپ بچوں کو قرآن پاک پڑھا کر اپنا وقت پورا کیجئے۔ میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے اس کے لئے جو کچھ حکومت کرے گی اس کا میں ذکر پہلے کروں گا۔ یہ ہمارا خود خیال ہے کہ ان کے لئے اس قسم کی سہولتیں ہونی چاہئیں۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بتائیے کہ آپ کے دائرہ کار میں کیا ہے۔ اور بہت سے حضرات بڑی بڑی مساجد کے امام ہیں۔ اگر مسجد کے امام نہیں تو آپ کے مدرسہ کے اندر مسجد ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور مسجد ہوگی اور اگر کسی اور دوسرے مسلک کے ہیں تو پھر میں آپ سے رائے نہیں پوچھنا چاہتا

لیکن اگر اسی آپ کے حلقہ کار میں آتا ہے تو پھر آپ نے کتنی مساجد کو بسایا ۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ حکومت پر اگر تمام ذمہ داریاں ڈالیں تو پھر اس لئے معاشرہ اپنا کردار ادا نہیں کر سکتا جو اس سے متوقع ہے ۔

بروہی صاحب نے کہا کہ اختیارات کی تقسیم ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اختیارات کی جو تقسیم کی ہے اس میں کچھ حقوق العباد ہیں کچھ حقوق اللہ ہیں ۔ تو وہ حقوق جو ہیں ان کو کون پورا کرے گا ۔ تو آپ مجھے یہ بتلایئے کہ مسجد کے امام کی دیکھ بھال یا اگر آپ اس کو کسی اور دائرہ کار کے اندر لاتے ہیں تو وہ کیا حکومت کے فرائض میں داخل ہے یا معاشرے کے فرائض میں اسی طریقے سے اگر آپ حکومت کے فرائض میں ڈالتے ہیں تو کل آپ ایک قانون پاس کر دیجئے کہ پاکستان میں تمام مساجد حکومت کے کنٹرول میں ہوں گی ، حکومت وہاں پر امام مسجد رکھے گی ۔ تو سب سے پہلے آپ کی طرف سے اعتراض ہو گا ۔ لہٰذا حکومت از خود اس چیز کا اعلان کرتی ہے کہ ہم ان پر بغیر کسی کنٹرول کے بغیر کسی زبان بندی کے یہ چاہتے ہیں کہ امام مسجد کا وہ رتبہ ہونا چاہیئے جو ایک صحیح اسلامی معاشرے میں ہوتا ہے ۔

امام مسجد اور مسجد کا جو رتبہ ہے ، اس میں ہم نے ایک چھوٹی سی کوشش اور کی ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے ۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ مسجد دینی اور دنیاوی علم کا گہوارہ ہونا چاہیئے — اور بھی بہت سے مدارس ہیں ۔ آج یہاں اسلام آباد میں دیکھ لیجئے یہاں مساجد بھی ہیں ، مدرسے بھی ہیں ، ماڈل سکولز بھی ہیں ، انگریزی سکولز بھی ہیں لیکن ہماری یہ خواہش ہے بلکہ حسرت کہ مدرسے تو جتنے مرضی ہوں لیکن مسجد میں کم از کم تعلیم اور نماز اوقات کی پابندی کے ساتھ ہو ۔ وہاں پر آپ لیسترنا القرآن پڑھائیں یا آپ انہیں چوتھی جماعت کا حساب پڑھائیں ، یہ علیحدہ چیز ہے لیکن مسجد میں صرف یہ کریں کہ وہاں پر جا کر صرف وقتی نماز پڑھیں اور واپس آجائیں اور سارا دن وہ مسجد بند رہے ، میرے خیال میں یہ مسجد کا نہ تو اسلامی تصور ہے اور نہ ہی ہمارے معاشرے میں اس کا تصور کیا جا سکتا ہے ۔ لہٰذا یہ ہماری حسرت ہے ، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دے ۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنے چند ایک نکات کی طرف آؤں میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کر دینا

چاہتا ہوں کہ اسلامی معاشرے کے سلسلے میں ہم نے بہت کوشش کی ہے اور اس میں کچھ بہتری بھی ہوئی ہے، کچھ ترقی بھی ہوئی ہے لیکن چند ایک چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے متعلق ہم کچھ ٹھوس ترقی نہیں کر سکے اور سب سے پہلی چیز رشوت ہے اور دوسری گداگری۔ جہاں تک کفالت کا تعلق ہے آپ نے میری زبانی سنا ہوگا ہماری یہ کوشش ہے کہ ایک اسلامی معاشرے میں ایک اسلامی حکومت کو عوام کی کفالت کی ضمانت دینی چاہیئے کیونکہ یہ رتبہ جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اس کے طفیل دیا گیا ہے اور ساتھ یہ توقع کی گئی ہے کہ آپ اس رتبے کے تحت اور آپ کے اختیار میں جو طاقت ہے آپ اس کا استعمال کرتے ہوئے ان لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری لیں گے جن کا ذریعہ معاش کمزور ہے۔ لہٰذا اسلام نے زکواۃ کے نظام کے لئے ہدایات جاری کی ہیں۔ جو ایک زمین کی زکواۃ ہے اور ایک دوسرا زکواۃ ہے۔ یہ نظام معاشرے میں اس لئے رائج کیا گیا ہے تاکہ آپ ان لوگوں کی مدد کریں جو آپ کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا سکتے یا جو صحیح معنوں میں مستحقین ہیں لیکن اس کے علاوہ جو لوگ اپنے آپ کو زکواۃ کا مستحق نہیں سمجھتے لیکن ان کے ہاتھ میں کچھ ہنر ہے یا کچھ اور چیز ہے، صرف یہ کہ موقع نہیں مل رہا، اس لئے ان کی کفالت کون کرے گا؟ میرے نقطہ نظر سے ان کی کفالت کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ ہم اس ذمہ داری کو انشاءاللہ ضرور پورا کریں گے لیکن جہاں تک گداگری کا تعلق ہے آپ جتنے مرضی قوانین بنا لیجئے جب تک معاشرہ گداگری کو نہیں ٹھکرائے گا، اس وقت تک گداگری نہیں جا سکتی، جب تک معاشرہ رشوت کو نہیں ٹھکرائے گا آپ جتنے مرضی قوانین بنا لیجئے رشوت بند نہیں ہوگی۔ ہمارے ہاں آپ دیکھئے ایک محکمہ انسداد رشوت ستانی کا ہے اور اس کے اوپر ایک اور نگران محکمہ انسداد رشوت ستانی کا ہے۔ پھر اس کے اوپر میری فیڈرل انسپکشن کمیشن ہے۔ میں فیڈرل انسپکشن کو تو اس دائرے سے خارج کرتا ہوں لیکن باقی سب کے سب اسی چیز میں ملوث ہیں۔ لیکن اب آپ بتلائیے کہ ایسا کون سا الہ دین کا چراغ ہے جس کو آپ ایک شخص کے سامنے رکھ کر کہہ دیں کہ جناب انہوں نے رشوت لی اور انہوں نے رشوت دی۔ جب میں اور آپ رشوت دینے اور لینے کے لئے تیار ہیں تو پھر اس لعنت کو آپ کیسے ہٹائیں گے اور اس کے ہٹانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ جہاد

ہونا چاہیئے اور جہاد کے لئے جب تک آپ مستعد ہو کر صحیح معنوں میں میدان عمل میں نہیں آئیں گے اس وقت تک یہ لعنت رہے گی لیکن آپ کو بہت سے ایسے ممالک ملیں گے جو اس لعنت سے پاک ہیں، صاف ہیں۔ اسلامی ممالک نہیں غیر اسلامی ممالک جنہوں نے اسلام کی ان تمام اقدار کو اپنایا ہے جو ہم آج تک نہیں اپنا سکے اور ہم اپنے آپ کو اسلامی مملکت کہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں اپنے فرائض یا اپنی ذمہ داری کو کسی وجہ سے آپ پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ قطعاً نہیں۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، میری ذمہ داری ہے تمام انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک صاف وشفاف معاشرہ قائم کریں۔ صحیح معنوں میں حکومت سے جو تنخواہ ملتی ہے اس میں اپنی گذر اوقات کریں اور آج یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اتنی ہونی چاہیئں کہ وہ اپنی گذر اوقات صحیح معنوں میں کر سکیں۔ اب تنخواہ کا کیا معیار ہے کیونکہ ہر شخص اپنے وسائل کے مطابق اپنے کوٹ کپڑے بناتا ہے۔ کہیں کسی ملک میں آپ کو یہ طریقہ کار نہیں ملے گا کہ وہاں پر وہ کہے کہ جناب ہماری ضروریات تو یہ ہیں اور وسائل اللہ تعالیٰ پیدا کریں گے۔ وہ من وسلویٰ تو اب نہیں اترے گا، وہ تو ختم ہو گیا ہے۔ لہذا جب آپ یہ سفارش کرتے ہیں کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اتنی ہونی چاہیئں کہ وہ اس میں صحیح معنوں میں گذر کر سکیں تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ یہ کہیئے کہ پاکستان میں اپنے وسائل کے مطابق سرکاری ملازمین کی تنخواہ وہ ہونی چاہیئے جس سے کہ وہ قناعت کے ساتھ، عزت کے ساتھ رہ سکیں۔ ورنہ کس کا دل نہیں چاہتا کہ میرے پاس موٹر نہ ہو۔ آپ باہر سے کسی ایک آدمی کو پکڑ لیجئے جس کی تنخواہ کم ہے اور اس سے پوچھئے کہ حضرت آپ کو کیا چاہیئے۔ میں آپ کو اپنی زندگی کے حالات بتاتا ہوں۔ میں نے ۵۰ دفعہ سڑک پر کھڑے ہو کر آدمیوں سے پوچھا ہے کہ آپ کو کیا چاہیئے۔ سوائے دو عورتوں کے کہ جنہوں نے کہا کہ بیٹا ہمیں ایک چیز کی حسرت ہے کہ کسی طریقے سے حج کروا دیں۔ ساڑھے سات سال کے عرصے میں اکثر لوگوں سے میں نے پوچھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جناب نوکری چاہیئے، زمین کا مقدمہ ہے، قتل ہو گیا ہے جناب اس کا آپ ملٹری کورٹ میں فیصلہ کروا دیجئے۔ فلاں شخص نے میری جائیداد لے لی ہے وہ مجھے دلوا دیجئے۔ اس کے علاوہ میں نے کسی اور شخص کی زبانی کچھ نہیں سنا۔ اگر آپ باہر جا کر کسی ایک

شخص سے پوچھیئے کہ بھائی حکومت پاکستان یہ پوچھنا چاہتی ہے کہ آپ کے کیا ضروری مسائل ہیں، آپ کی کیا ضروریات زندگی ہیں۔ تو وہ آپ سے کہے گا، اگر وہ نہ کہے تو جو چاہیں آپ مجھے سزا دے دیں وہ آپ سے کہے گا کہ جناب دیکھئے میں روزانہ آٹھ میل جاتا ہوں۔ میرے پاس سکوٹر ہونا چاہیئے اور سکوٹر کا خرچا حکومت دے، اس کی لائسنس فیس منسٹری کی طرف سے آنی چاہیئے۔ میرے پانچ بچے ہیں ان کی تعلیم حسن ابدال کیڈٹ کالج میں ہونی چاہیئے اور پھر اس کے بعد آپ انہیں ولایت بھجوائیے تاکہ وہ صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ ہوں۔ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ ان کو اسلامک یونیورسٹی میں بھجوا دیجئے، بہت کم لوگ ہیں۔ تو اگر آپ کسی سے اس کی ضروریات زندگی پوچھیں گے تو ہم سب گنہگار ہیں۔ ہم تو چاہیں گے کہ ایک موٹر ہے تو دو ہونی چاہیئں۔ سائیکل ہے تو سکوٹر ہونا چاہیئے، پیدل چلتے ہیں تو سائیکل ہونا چاہیئے۔ اگر ایک مکان ہے تو دو ہونے چاہیئں۔ اگر ایک کمرہ ہے تو چار ہونے چاہیئں۔ طمع انسان کی فطرت میں ہے لیکن دین اسلام ہمیں قناعت کا سبق دیتا ہے۔ قناعت کے اندر گذر ہو سکتی ہے اور انشاء اللہ ہو گی بشرطیکہ انسان قانع ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اس کی روزی میں برکت دے اور رزق حلال کی طرف توجہ دے۔ پھر دیکھئے آپ ایک نہیں دس دس دروازے کھلتے ہیں اتنی اس کے اندر برکت ہو گی۔ لیکن میں تو وعظ کر رہا ہوں اور آپ بھی وعظ کرتے ہیں لہذا ہمیں کسی وقت تھوڑا سا عمل بھی کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اپنے دوسرے لوگوں کو بتا سکیں کہ دیکھئے ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔ لہذا آپ کو بھی اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

ان گذارشات کے ساتھ چند ایک سفارشات آئی ہیں ان کا نفاذ اسلام سے میرے خیال میں کوئی زیادہ تعلق نہیں ہے لیکن میں نے بھی پڑھا ہے اور بہت سی راجہ صاحب نے اپنے پاس رکھ لی ہیں مجھے امید ہے وہ اس پر عمل کریں گے۔ میں آپ کے سامنے یہ پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔

"حضرت امیر کمیٹی کے چیئرمین صاحب نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل اور دوسرے نفاذ اسلام کے سلسلہ کے اداروں کو بااختیار بنایا جائے۔"

اس سلسلے میں عرض ہے کہ بااختیار کے ساتھ ساتھ ان اداروں کو نمائندہ ادارے بھی بنایا جائے جن

میں تمام مکاتب فکر کی پوری پوری نمائندگی ہو۔ ان اقدام سے حکومتی اداروں میں اتحاد اور بین الجماعتی کا عملی ثبوت بھی فراہم ہوگا اور عوام کے سب ہی طبقوں کے لئے ان اداروں کے فیصلوں کی وقعت اور مکمل قبولیت عامہ بھی حاصل ہوگی۔ دو نکات ہیں جو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں پہلا یہ کہ ادارے با اختیار ہونے چاہیئے اور دوسرا یہ ہے کہ ان میں نمائندگی ہونی چاہیئے اور ان اداروں کو نمائندہ ادارے ہونا چاہیئے۔ اب نمائندہ ادارے کا میں مطلب نہیں سمجھ سکا ہوں لیکن میرا جو نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کی نمائندگی یا تو مجلس شوریٰ کے اندر ہو یا ان کو بذات خود نمائندہ ادارے سمجھا جائے لیکن میں اس کے متعلق آپ کی خدمت میں گزشتہ ساڑھے سات سال کا تجربہ پیش کرتا ہوں۔ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی وفاقی شریعت کورٹ کے تمام فیصلے آج تک سوائے دو نکات کے جن کے خلاف حکومت پاکستان نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی ہے جو احکامات وفاقی شریعت کورٹ نے سنائے ہیں حکومت پاکستان نے ان کو فوری طور پر اپنایا ہے۔ اپنا کر اس پر عمل کیا ہے۔ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کا دائرہ کار اس کا اختیار اس کے لوازمات یہ ہیں کہ وہ حکومت کو سفارشات کرے گی۔ سفارشات سے یہ مراد نہیں کہ وہ کاغذ پر لکھ کر بھیج دیں اور حکومت ان کے اوپر سو جائے لیکن آپ حکومت کے اندر حکومت قائم نہیں کر سکتے آپ اپنے ادارے کو لے لیجیئے کتنے اصحاب ایسے ہیں جن کے اپنے اداروں کے اندر مجلس مشاورت ہے یا اگر مجلس مشاورت ہے تو اس کی تمام سفارشات آپ نے پوری کی ہوں اگر آپ نے پوری کی ہوں تو میں گناہ گار ہوں میں اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ غلط کام کر رہے ہیں یا میں غلط کام کر رہا ہوں مدعا یہ ہے کہ آپ نے ایک ادارہ بنایا ہے اس کو آپ نے کچھ فرائض سونپے ہیں اور ان فرائض کی بناء پر آپ ان سے راہنمائی چاہتے ہیں آپ ان سے مشاورت چاہتے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کو مشورہ دیں کہ آپ اس معاملے میں کیا رخ اختیار کریں اب انہیں پورے حالات کا علم نہیں ہے انہوں نے ایک مضمون لیا اور اس میں آپ کے لئے سفارش کر دی کہ پاکستان کے لوگ چونکہ اسلامی ذہن رکھنے والے ہیں اس لئے کل سے تمام کالا کولا سے بال کالے کریں میں مثال دے رہا ہوں۔ اب کالا کولا پاکستان کے لئے کہاں سے لایا جائے اب پتا نہیں کالا کولا لگانا اسلامی

ہے یا نہیں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ بال کالے کرنا غیر اسلامی ہے لیکن اکثر و بیشتر حضرات جو یہاں بیٹھے ہیں مجھے قاضی عبداللطیف کے ساتھ بہت کم داڑھیاں سفید نظر آرہی ہیں اکثر و بیشتر لازمی ہے کہ سب استعمال کرتے ہوں گے۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں ایک چھوٹا سا نسخہ پیش کر رہا ہوں۔ میں ایک قدم اور آگے جاتا ہوں۔ جو حضرات پچھلے اجلاس میں موجود تھے انہوں نے دیکھا ہوگا میں نے کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کے سربراہ سے کہا کہ جناب آپ کو ہم پر بڑا اعتراض ہے کہ ہم آپ کی سفارشات کو قبول نہیں کرتے اور ہمیں یہ اعتراض ہے کہ آپ کو رموز مملکت سے واقفیت نہیں ہے تو اس کا صرف ایک علاج ہے کہ حضرت آپ ایک کام کریں کہ میں اور کابینہ آج دس دن کے لئے مستعفی ہو جاتے ہیں۔ اور چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اور ممبران آج حکومت بنالیں اور آپ کے لئے میں دس دن پورے چھوڑتا ہوں آپ دیکھئے جتنا نظام اسلام آپ چاہتے ہیں آپ نافذ کریں۔ تو پھر اس کو میں آگے چلاؤں گا تو میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں کوئی نظام سقے کی حکومت قائم نہیں کر رہا ہوں میں آپ کو یہ اختیارات دیتا ہوں للہ آپ قبول کر لیجئے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جہاں تک ان اداروں کی کارکردگی کا تعلق ہے ان کی عزت، ان کی وقعت اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ نہ صرف ان کا مشورہ آئے بلکہ وہ حکومت کی مجبوریوں اور کوتاہیوں پر بھی نظر رکھتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھیں کہ کس قسم کی سفارش ہونی چاہیئے۔

جہاں تک سفارش کا تعلق ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ جہاں تک احکامات الٰہی اور دینی کا تعلق ہے اس میں کوئی لچک نہیں ہو سکتی۔ صیح چیز حکومت کے سامنے لائی جائے اگر حکومت کو اس چیز کا علم نہیں۔ میں اس سے تو آپ کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ ان اداروں کی عزت اور وقعت ہونی چاہیئے لیکن لفظ "با اختیار" کی تشریح میں نے کر دی ہے آپ حکومت کے اندر ایک اور حکومت نہیں کھڑی کر سکتے۔ آپ موجودہ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کو لے لیں۔ پیوستہ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کو لے لیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم نے ان کی تمام سفارشات پر عمل نہیں کیا۔ تاہم ۷۰ فیصدی سفارشات پر عمل کیا ہے۔ پاکستان میں مروجہ موجودہ قوانین حدود کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کے اس وقت کے چیئرمین کے سفارش کردہ ہیں۔

مسٹر جسٹس چیمہ یہاں آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ یہ قوانین ان کے پیش کردہ ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر تنزیل الرحمن نے کئے ہیں۔ وفاقی شریعت کورٹ نے جو قوانین رائج کرنے کے احکامات کئے ہیں ہم نے ان پر بھی عمل کیا لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ حضور کی سنت ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل کہتی ہے کہ کل سے تمام کے تمام دفاتر میں صدرِ پاکستان سے لے کر نیچے تک تمام افراد باسنت داڑھی رکھ کر آئیں گے اور اگر یہ سفارش نہ مانی گئی تو ہم سمجھیں گے کہ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی سفارش نہ کرے۔ تو آپ بتائیے کہ اس وقت ضیاء الحق کو کیا کرنا چاہیئے۔ میں تو خود ابھی تک اس سے محروم ہوں۔ لہٰذا معاشرے کو دیکھتے ہوئے جو سفارشات آئیں گی ان پر ضرور عمل ہو گا۔ لیکن جہاں تک جذباتی احکامات کا تعلق ہے۔ انہیں ہم فی الحال کچھ عرصے کے لئے ملتوی کر سکتے ہیں۔ ان کو اپنی ترجیحات کے اندر وہ مقام حاصل ہو تو پھر کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔

محتسب کو لے لیجئے۔ یہ ادارہ ہے ہم نے قائم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سینکڑوں لوگوں کو اس سے استفادہ ہوا ہے۔ لیکن اگر آج محتسب اپنے آپ کو یہ سمجھ لے کہ اب میں تو محتسب نہیں۔ ایسا ہونے کے کوئی امکانات نہیں ہیں کیونکہ بہت اچھے انسان کو ہم نے مقرر کیا ہے لیکن آپ فرض کر لیں کہ محتسب ایک لمحے کے لئے یہ بھول جائیں کہ میں تو محتسب نہیں میں تو صدر پاکستان ہوں تو پھر اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ محتسب صدر پاکستان ہونے کی حیثیت سے جو قوانین رائج کرے گا تو اس لئے وہ بے اختیار ادارہ ہے ایسا نہیں ہے اس قسم کے ادارے اتنے ہی با اختیار ہوتے ہیں جتنی مستند ان کی سفارشات ہوتی ہیں اور وہ حکومت کی مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے سفارشات کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تمام ادارے نمائندہ ہونا چاہیئں۔ انشاء اللہ ہماری طرف سے کوشش ہو گی۔

ایک اور تجویز آئی ہے۔ جن تجویزوں کا میں ذکر نہیں کر رہا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے مسترد کر دی ہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جن تجویزوں کا میں ذکر نہیں کر رہا ہوں وہ میں نے تسلیم کر لی ہیں یہ

ممکن نہیں ہے کہ میں ہر تجویز کے متعلق غور کروں۔

مولانا رفیع عثمانی صاحب کی تجویز ہے کہ ناظرہ قرآن کی تعلیم ہر جماعت میں ہونی چاہیئے۔ اس کا جائزہ لے کر ہم انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کریں گے۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ حضرات نے لکھا ہے کہ جناب بڑی بے عزتی ہو رہی ہے اور بے عزتی اس لئے ہوئی ہے کہ آپ نے تو کھانا رات کو پر لطف کیا۔ لیکن یہاں کیفیٹریا میں کل جو کھانا کھلایا گیا ہے اس میں اس چیز کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نیز یہ کہ ہمیں کھڑے ہو کر کھانا کھانا پڑا میں نے راجہ صاحب سے ذکر کیا تو راجہ صاحب نے کہا کہ جناب ہم نے وہاں تین سو کرسیاں رکھی ہوئی ہیں ابھی اس کے بعد مجھے نظر آ رہا ہے کہ ابھی تک آپ حضرات نے کھانا نہیں کھایا اور میں اس چیز میں بڑا فخر محسوس کر رہا ہوں کہ اکثر جب آدمی آدھے پونے گھنٹے کے بعد بولنا شروع کر دے تو میرا یہ تجربہ ہے کہ پھر اونگھنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن ابھی تک مجھے کوئی شکل اونگھتی ہوئی نظر نہیں آ رہی ہے۔ انشاء اللہ ابھی چند منٹوں کے بعد میں اپنی گزارشات ختم کر کے پھر آپ کو کھانا کھلاؤں گا۔ وہاں پر کرسیاں رکھی ہے۔ لیکن اگر کرسیاں زیادہ نہیں ہیں تو آپ میرے دفتر میں پلیٹ لے آیئے وہاں بیٹھ کر کھا لیجیے۔ اگر کسی وجہ سے ہماری کوتاہی ہے یا پوری کرسیاں نہیں آسکیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احترام نہیں ہے۔

دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی ہے کہ باہر کلمہ پورا نہیں لکھا ہوا ہے، یہاں تو ہم نے یہ کوشش کی تھی کہ پورا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھا ہو لیکن باہر کسی وجہ سے نامکمل رہ گیا ہے، انشاء اللہ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ وہاں پر پورا کلمہ لکھا جائیگا۔

یہ دو سفارشات تھیں۔ میں اپنی گزارشات ختم کرنے کے لئے صرف چند منٹ اور لینا چاہتا ہوں تاکہ چند ایک چیزوں کا میں صحیح طور پر آپ کے سامنے اعادہ کر سکوں تاکہ صحیح نقطہ نگاہ سامنے آجائے —
اصلاح معاشرہ کے متعلق میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے لیکن اس سلسلے میں، میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے جو کمیٹیاں بنائی ہیں اب یہ رہنمائی آپ کے ذمے ہے آپ کے ساتھیوں کے

ذمے ہے جنہیں کمیٹیوں میں شامل کیا جا رہا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ وہ ایسا قابل عمل نقشہ ترتیب دیں گے جو نفاذ اسلام کے عمل کو تیز تر کرنے کے علاوہ عوام کی مشکلات کو حل کرنے کا موثر ذریعہ بھی ثابت ہوگا اور ہم اپنی آنکھوں سے جہاں پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھلتا دیکھیں گے وہاں اس مملکت خدا داد میں بسنے والے خاص و عام کو خود کفیل، خوش اور خوشحال دیکھ سکیں۔ اسلامی معاشرہ کے متعلق جو میں نے ذکر کیا ہے اس میں پیشہ، برادری، انسانی رشتوں پر غالب، جذبات کو ہمیشہ اسلامی جذبات کے تحت ہونا چاہیئے ۔

ایک نقطہ جس کے متعلق میں ابھی تک آپ کی خدمت میں ذکر نہیں کر سکا ہوں اور اس پر میں اپنی تقریر ختم کروں گا وہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کو پاکستان کی معیشت اور مالی قوانین پر ضرور تنقید کرتے ہیں ۔ اسلامی معاشرے میں ٹیکسوں کی کیا حیثیت ہے ۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کیونکہ میرا نقطہ نظر واضح ہے جس حکومت کی میں سربراہی کر رہا ہوں اس حکومت میں جو کام ہو رہا ہے وہ میری پالیسیوں کے تحت ہو رہا ہے۔ لیکن انکم ٹیکس کے متعلق لوگوں کو بڑے شک وشبہات ہیں۔ اس کے متعلق میں نے لاہور میں ایک اعلان کیا تھا۔ اور میں آج اس کی تجدید کرنا چاہتا ہوں۔ وضاحت یہ ہے کہ مجھے اس کا موقع نہیں ملا ہے لیکن آپ اگر کسی رات میرے ساتھ کھانے پر، میرے داہنے ہاتھ پر جناب محمود شاہ صاحب بیٹھے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ جنرل صاحب میں ابھی غیر ملکی دورے سے ہو آیا ہوں اور انہوں نے چند ایک ممالک کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا کہ بڑا دکھ ہوا کہ میں ایک ایسے ملک کے اندر گیا ہوں جو کہ اسلامی ملک نہیں ہے لیکن بہت سے مسلمان وہاں پر بستے ہیں اور ان کے کردار کا میں نے جس وقت جائزہ لیا اسے دیکھ کر بڑا افسوس ہوا۔ اور جب میں نے اس ملک کے رہنے والوں کا جائزہ لیا تو بڑی حیرت ہوئی کہ اسلام کے تمام کے تمام قوانین انہوں نے اپنائے ہوئے ہیں کوئی وہاں پر بھیک مانگتا ہوا نہیں مل رہا ہے ۔ کوئی بیوہ وہاں دفتروں کے چکر لگاتی نظر نہیں آتی ۔ وہاں پر یتامیٰ کے لئے علیحدہ بندوبست ہے ۔ وہاں پر ذریعہ تعلیم انسان کی اپنی بساط کے مطابق ہے۔ سب کے لئے مواقع یکساں ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ جنرل صاحب ایسا تو ایک اسلامی مملکت میں ہونا چاہیئے ۔ میں تو وہاں دیکھ کے آیا ہوں یہاں پر کیا صورت حال ہے تو میں نے ان سے کہا کہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس قابل بنائے ۔ ان

سے میں نے ذکر نہیں کیا۔ لیکن آپ کسی ترقی یافتہ ملک کا حال آج لے لیجئے۔ میں اکثر و بیشتر جاپان کا ذکر کرتا ہوں۔ کئی دفعہ کیا ہے۔ آج آپ کے سامنے بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ میں جاپان گیا تو میں نے وہاں جا کر گزارش کی کہ مجھے تین چار آدمیوں کے ساتھ ملاقات کا موقع ملنا چاہیئے۔ میرے ساتھ میرے چند رفقائے کار تھے۔ اور تین وہ تھے۔ میں نے ان سے جو پہلا سوال کیا وہ یہ تھا۔ میں نے کہا حضرت مجھے یہ بتلایئے کہ آپ کے نقطۂ نگاہ میں جاپان نے یہ جو مادی ترقی کی ہے اگر میں آپ سے پوچھوں کہ اس کی ایک وجہ مجھے بتایئے تو آپ کا کیا جواب ہوگا؟ انہوں نے بغیر کسی تامل کے فوری طور پر کہا کہ جناب تعلیم ہے۔ تو میں نے کہا کہ آپ کے ہاں تعلیم کا کیا معیار ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تو سب پڑھے لکھے ہیں۔ ایک اخبار جو وہاں سے نکلتا ہے میں نے کہا کہ آپ کے خیال میں اس اخبار کی کیا اشاعت ہو گی۔ تو انہوں نے کہا کہ چھ ملین کی تعداد، ساٹھ لاکھ، ایک اخبار کی، وہاں پر پچیس اخبار چھپتے ہیں اور جاپان کی آبادی پاکستان سے تقریباً ایک تہائی سے بھی کم ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ تعلیم آپ نے کس طریقے سے رائج کی۔ تو انہوں نے مجھے خاکہ دیا جس کے بارے میں، میں آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتا لیکن اس کا لب لباب یہ ہے کہ آج سے ایک سو سات سال پہلے جب ان کے ہاں بھی وڈیرے اور لینڈ لارڈ تھے جو اپنی اپنی برادریوں کے سربراہ تھے تو ان کے ہاں ایک چیز وہ تھی جو کسی زمانے میں مسلمانوں میں بھی ہوا کرتی تھی۔ جب آپ دورِ رفتہ کی یاد اپنے دماغ میں دہراتے ہیں، آپ مغلوں کا زمانہ لے لیجئے، آپ اور بادشاہوں کا ذکر لے لیجئے، کسی اور ملک کا ذکر لے لیجئے، ایران کا، عراق کا کسی اور کا، جہاں جہاں کہ اسلامی مملکتیں تھیں تو آپ کو ایک چیز ضرور نظر آئے گی کہ ان لوگوں نے جہاں تعلیم کی طرف توجہ دی وہاں ہر شخص نے علاقے میں ایک درسگاہ بنائی لوگ سینکڑوں میل چل کر وہاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور نویں اور دسویں صدی عیسوی کے اندر جو بغداد کا مقام تھا وہ آپ کو اور مجھے بھی معلوم ہے وجہ کیا تھی کہ انہوں نے تعلیم پر زور دیا۔ اور جہاں ہم نے آج بہت سی حدیثیں سنی ہیں وہاں پر تعلیم کے میدان میں یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جناب رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر تعلیم حاصل کرنے کے لئے چین تک بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ تو میں نے ان سے کہا کہ میں چین تک تو ہو آیا ہوں لیکن میں جاپان سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کیا طریقہ کار اختیار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب تعلیم کے لئے یہ تھا کہ اس زمانے کے ہمارے جو لیڈر صاحبان

تھے، ہر شخص نے ایک درسگاہ کی ذمہ داری لی ہوئی تھی۔ اور پھر ۱۸۷۶ء میں ہمارے ہاں ایک تعلیمی انقلاب آیا۔ اور جاپان نے مجموعی طور پر سوچا کہ ہمارے ہاں کس طرح تعلیمی معیار کو بڑھایا جائے۔ اور اس تعلیمی معیار کو بڑھانے کے لئے ہم نے دو طریقے اختیار کئے ایک تو ہم نے جاپان کے تمام ذہین طلبہ کو تمام ترقی یافتہ ممالک میں بھجوایا کہ وہاں پر جا کر آپ ریاضیات پڑھیئے، سائنس پڑھیئے، کیمسٹری پڑھیئے، فزکس پڑھیئے اور موجودہ طریقہ کار کا جائزہ لیں اور ساتھ ہی ساتھ ان تمام ممالک کے چیدہ چیدہ ہنرمند سائنسدان اور مفکرین کو نہایت اچھی تنخواہیں دے کر ہم نے جاپان منگوایا۔ انہوں نے کہا کہ جنرل صاحب جو آپ آج دیکھ رہے ہیں یہ ایک سو سات سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ اس ملک کا میں ذکر کر رہا ہوں جہاں کے لوگ جب بھی اپنی مراعات مانگتے ہیں مثلاً مزدور لوگ جس وقت وہ چاہتے ہیں کہ ان کی انتظامیہ ان کی مراعات پوری نہیں کر رہی ہے تو وہ اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں اور احتجاج کا ایک مظاہرہ جو میں نے دیکھا اس کو بھی میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ میں تقریباً پونے دو بجے کے قریب ایک میٹنگ میں شرکت کرنے کے بعد اپنے مقام کی طرف آ رہا تھا اور میرے ساتھ جاپان کے ایک نہایت اعلیٰ افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس وقت ہم گزرے تو مجھے ایک طرف سے آواز آئی جیسے اذان ہو رہی ہے وقت بھی تقریباً ظہر کا تھا تو میں نے ان سے پوچھا! آپ یہ آواز سن رہے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سن رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہاں کوئی مسجد قریب ہے۔ تو انہوں نے کہا مسجد تو قریب نہیں۔ میں نے کہا پھر یہ آواز کیسی ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اذان ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مسجد تو ٹوکیو میں ہے وہ یہاں سے بعید ہے۔ اس کی اذان آپ نہیں سن سکتے لیکن یہ جو آواز سن رہے ہیں، یہاں پر کوئی فیکٹری نزدیک ہے وہاں کے لوگ احتجاج کے لئے اعلان کر رہے ہیں کہ ابھی اگلا آدھا گھنٹہ جو ہے ہم احتجاج کریں گے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس طرح سے احتجاج کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا آیئے۔ تو گاڑی انہوں نے اس طرف موڑ لی پھر انہوں نے مجھے راستے میں بتایا کہ جناب یہ اس وقت ڈیڑھ سے لے کر دو بجے تک آدھا گھنٹہ ان کا دوپہر کے طعام کا وقفہ ہے اور چونکہ ہم تمام یہ چاہتے ہیں کہ فیکٹری کی پیداوار کسی وجہ سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔ تو مزدور آدھے گھنٹے سے دس پندرہ منٹ نکال کر احتجاج کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ احتجاج کیسا

کرتے ہیں - انہوں نے کہا کہ آیئے میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ اس فیکٹری کی طرف سے جب ہم گزرے تو ہم نے دیکھا کہ تقریباً پانچ چھ سو مزدوروں نے اپنے ہاتھوں میں کتبے پکڑے ہوتے ہیں اور ایسا نظر آرہا تھا جیسے بدھ مت کی تصویریں ہوں۔ کوئی نہ زبان سے بات نہ اشارہ نہ کچھ، صرف کتبے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔ کہ ہمیں یہ مراعات چاہئیں جاپانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کوئی تفصیل نہیں مانگی۔ میں نے ان سے کہا کہ بھائی اس طریقے سے آپ کیسے منوالیں گے۔ ہمارے ہاں تو یہ طریقہ کار ہے کہ حکومت سے کوئی چیز لینی ہو تو جھگڑا کرو، فساد کرو، بسیں جلاؤ، ٹریفک کی لائٹیں ختم کرو اور اگر کسی ادارے سے کچھ لینا ہو تو اس کو جلاؤ تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ ہم تو ایک سو سات سال سے اپنے آپ کو تعلیم دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ پھر آپ کے خیال میں کیا ہونا چاہیئے، تو انہوں نے کہا کہ یہ جو آج احتجاج کر رہے ہیں یہ اس فیکٹری میں پندرہ سال کے بعد پہلا احتجاج ہو رہا ہے اور میں آپ کو وہاں لے جا نہیں سکتا۔ لیکن آپ جا کر ان کی انتظامیہ کو دیکھئے، انہیں آج اٹھارہ گھنٹے ہو گئے ہیں میٹنگ کرتے ہوئے کہ ہماری فیکٹری کی اتنی بے عزتی ہو گئی ہے۔ کہاں ہم سے کوتاہی ہوئی ہے کہ مزدوروں کو احتجاج کرنے کا موقع ملا ہے۔

میں آپ سے اس ملک کا ذکر کر رہا ہوں جو اپنے آپ کو اسلامی مملکت نہیں کہتا۔ اور دین میں ہمارے ہاں لکھا ہوا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے عطا کر دی جاتے۔ میں آپ کے سامنے ایک ذکر کر رہا تھا کہ لوگوں کے ذہن، شعور اور ذمہ داریوں کا کیا احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان ممالک میں چلے جایئے جن کا مولانا نے ذکر کیا۔ وہاں پر ہر بیوہ کے لئے ایک خاص رقم مقرر ہے۔ جہاں تک زکواۃ اور عشر کا ذکر ہے وہ تو اسلام کا نقطہ نظر ہے۔ اور اس میں ہم نے کچھ تھوڑی بہت خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاری کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں کچھ برکت ہوئی ہے۔ لیکن میں آپ سے اس ملک کا ذکر کر رہا ہوں اور ۸۴ - ۱۹۸۵ء کا ذکر کر رہا ہوں کیونکہ جب ہم ان قوانین کی طرف جاتے ہیں تو ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ جناب آپ کیا چودہ سو سال پہلے کا ذکر کر رہے ہیں

زکوٰۃ کا نظام آج موجودہ ترقی یافتہ اس ملک میں جس کا میں آپ سے ذکر کر رہا ہوں ۔ اور وہ اکیلا ملک نہیں ہے ۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں ۔ بیوہ کے لئے خاص پنشن، کسی شخص کا اگر روزگار ختم ہو جائے تو جب تک اس کو روزگار مہیا نہیں ہوگا کنبے کے افراد کی تعداد کے حساب سے ان کو ہر ہفتے حکومت کی طرف سے مالی اعانت ملتی ہے ۔ کوئی مریض ہو جائے تو اس کے لئے شفاخانہ ہے دو قسم کے شفاخانے ہیں ۔ اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو پھر آپ کو یہ حق نہیں بنتا کہ آپ سرکاری شفاخانے میں جائیں ۔ لیکن اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے جایئے حکومت نے شفاخانے کھولے ہوئے ہیں جہاں پر تمام ادویات مفت ہیں لیکن صرف وہ اخراجات جو کہ نہایت ضروری ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے وہ شفاخانے بھی ہیں جہاں پر پرائیویٹ پریکٹس ہوتی ہے، امیر ممالک کے لوگ وہاں جا کر علاج کرواتے ہیں اور ایک ایک علاج کا لاکھ لاکھ دس دس لاکھ روپیہ دے کر آتے ہیں ۔ تو انہوں نے کہا یہ حکومت کا نظام ہے ۔ مریض کے لئے شفاخانہ ہونا چاہیئے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، کفالت حکومت کی ذمہ داری ہے اس لئے ان کو پنشن یا بھتہ مل رہا ہے ۔ بیواؤں کے لئے علیحدہ بھتہ ہے، یتامیٰ کے لئے یتیم خانے ہیں اور تعلیم کا پورا پورا انتظام ہے میں نے ان سے پوچھا کہ وہ تو زکوٰۃ نہیں کاٹتے ہیں ان کے پاس کہاں سے پیسے آتے ہیں ۔ میں اس ملک کا آپ کے سامنے ذکر کر رہا ہوں ۔ وہاں پر اگر آپ وہ جرم کریں جو کہ ہمارے حدود کے اندر آتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ معاشرہ بڑی سختی سے اس کا نوٹس لیتا ہے ۔ زنا ہے، چوری ہے، ڈکیتی ہے لیکن اس ملک کے اندر سب سے اہم، سب سے بدترین جرم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا ٹیکس ادا نہ کرے ان کے نقطہ نظر سے ٹیکس حقوق العباد کے اندر شامل ہوگا وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اگر ایک پاؤنڈ نہیں دیا تو اس نے ایک شخص کے لئے تیمارداری کا موقع کم کر دیا چونکہ اس ایک پاؤنڈ سے کسی آدمی کی تیمارداری کی جا سکتی ہے اور سب سے بڑی سزا اس ملک میں اس کے لئے ہے جو ٹیکس ادا نہیں کرتا ۔ ہمارے ہاں اسلامی نظام میں، ہم صبح سے شام تک پہلے تو یہ کہتے ہیں کہ جناب ابھی حکومت نے زکوٰۃ کاٹنی شروع کر دی ہے اس لئے سارے ٹیکسز ختم کر دیئے جائیں گے ۔ میں ان حضرات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نظام اسلام میں زکوٰۃ کی رقم صرف سات شقوں پر خرچ کی جا سکتی ہے اس

کے علاوہ بتایئے کہ پھر حکومت اور پاکستان کی ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔ سڑکیں آپ کہاں سے بنائیں گے۔ آپ پانی پینے کے لئے کیا کریں گے۔ اس میں تو زکوٰۃ کی رقم سے نہیں دیا جا سکتا۔ آپ سکول کہاں سے لائیں گے میں آپ کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اگر آپ اس چیز کو مان جائیں کہ زکوٰۃ اور عشر اپنی جگہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ٹیکس ہے اور حکومت کی صوابدید پر ہے کہ وہ ٹیکس جبر اًلے کر اور صحیح جگہ خرچ کرے۔ مستحقین کو دے اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کو عمل میں لائے۔ اس کے علاوہ جو ٹیکسز ہیں اگر کوئی شخص ٹیکس نہیں دیتا تو بتلایئے اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے ہمارے ہاں جھوٹے کھاتے ہم رکھتے ہیں ہمارے ہاں انکم ٹیکس کا محکمہ بھی کھاتا ہے اور انکم ٹیکس دینے والے بھی کھلاتے ہیں۔

اس کی میں آپ کو مثال دیتا ہوں۔ پچھلے دنوں ایک صاحب میرے پاس آئے۔ میرے دوست ہیں۔ احباب میرے ہیں اور انہوں نے بڑے فخر سے کہا کہ جناب دیکھیئے آپ کے انکم ٹیکس والوں نے ہمیں گھیر لیا۔ تو میں نے کہا پھر آپ نے کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہاں کے جو انکم ٹیکس آفیسر ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت آپ کا خود تشکیلی نظام میرے پاس آرہا ہے۔ تو وہ تو میں آپ کا دو چار دن کے بعد کروں گا لیکن میری اہلیہ ذرا لنڈی کوتل جانا چاہتی ہے اگر آپ کوئی کار وغیرہ دے دیں تو پھر بعد میں بات چیت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت یہ کوئی بڑی بات ہے۔ ایک نہیں دو کاریں، ڈرائیور اور ان کا خزانچی بیگم صاحبہ کو وہاں پر پوری شاپنگ وا پنگ کروا کے واپس آئے اور اس طرح سے انہوں نے اپنے پچاس ہزار ٹیکس کے بچا لئے۔ اور بڑے فخر سے بیان کیا۔ میں نے کہا کہ بھائی کس شخص کو دیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ جناب مجرم تو میں ہوں، اللہ تعالیٰ کو تو جواب مجھے دینا ہے آپ کا اس سے کیا تعلق ہے آپ پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں بھائی میں ذرا اس انکم ٹیکس والے کا کچا چٹھا چھان لوں۔ اس نے پیسے کیوں لئے ہیں۔ انہوں نے کہا ضیاء الحق صاحب کس کس کے پیچھے آپ پھریں گے۔ سارے کے سارے ہی ایسے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انکم ٹیکس کا خود تشکیلی نظام صرف اس وجہ سے رائج کیا گیا ہے کہ حکومت اور آپ کے درمیان ایک معاہدہ ہے کہ آپ انکم ٹیکس کی صحیح تشکیل کریں۔ ہم اس کو تسلیم کریں گے اور پھر اس

کے بعد ہم آپ سے نہیں پوچھیں گے کہ آپ نے کتنا کیا ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے لاہور میں ایک اعلان کیا تھا۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں اور آپ ہم پر اعتماد کیجئے۔

لہٰذا انکم ٹیکس کی رو سے جو خود تشخیصی نظام ہے اس میں یہ جو سیلف اسیسمنٹ کی جاتی ہے اس میں سے بعض چند فیصدی لوگوں کی دوبارہ تحقیق کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کا یہ اعتراض تھا کہ جناب اگر آپ اعتماد کی فضا کو بحال رکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ یہ کیجئے کہ جو خود تشخیصی نظام قبول کیجئے تین سال کے لئے اور ہر سال ہم خود بخود اس کے اندر اضافہ کریں گے۔ کتنا اضافہ ہونا چاہیئے یہ حکومت ہمیں بتا دے۔ آٹھ فیصد، دس فیصد، بارہ فیصد ہم ہر سال اس میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ تین سال کے بعد آپ دوبارہ تشکیل دے دیجئے ہم نے جو اس چیز کا جائزہ لیا تو آپ یقین جانیے کہ ہمارے نقطہ نظر سے خود تشخیصی نظام میں نوّے فیصدی تشکیل ہمیں غلط ملی۔ لہٰذا بداعتمادی کی فضا تو پیدا ہو گئی۔ میں نے وزارت مال کو ہدایت کی کہ آپ اس کو مشتہر کیجئے اب اس کے بعد میں نے اس کو دوبارہ ان سے نہیں پوچھا ہے۔ وزارت مال کا یہ کہنا ہے کہ خود تشخیصی نظام کو تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن ہمیں صرف اتنی اجازت دے دیں کہ اس میں سے ہم صرف دو فیصد یا تین فیصد افراد کو ریویو کر سکیں کیونکہ ہم سارے کے سارے مسلمان نہیں ہو گئے ہیں ابھی تھوڑی سی کمی ہے۔

اس سلسلے میں ایک چیز یاد آ گئی کل ہم نے نفاذ اسلام کا ذکر کیا تو باہر سے سننے میں آواز آئی کہ جناب یہ ضیاء الحق صاحب نے یہ کیا نام دے دیا ہے۔ نفاذ اسلام کسی غیر مسلم ملک کے اندر نفاذ اسلام رائج کر رہے ہیں، پاکستان تو ہے ہی مسلمان ملک، تو یہاں پر نفاذ اسلام کا کیا ذکر ہو رہا۔ میں نے کہا جناب کیا ہونا چاہیئے نام، انہوں نے کہا اور کوئی نام دیجئے نفاذ اسلام کا نام غلط ہے آپ اردو پڑھ کر آیئے۔ میں نے رات اپنے ایک دوست سے ذکر کیا میں نے کہا حضرت ذرا بتایئے یہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا قطعاً نہیں یہ صحیح ہے ہم کہتے ہیں ہر شخص اسلام کو خود پہ نافذ کرے تو جن صاحب نے کل یہ نکتہ اٹھایا ان کی خدمت میں عرض ہے کہ میں صحیح ہوں یہ نفاذ اسلام لفظ صحیح ہے تو صاحب جب نفاذ اسلام آپ اپنے اوپر نافذ کریں گے تو انشاء اللہ جب وہ وقت آئے گا پھر نہ انکم ٹیکس والا آپ پہ بداعتمادی کرے گا نہ آپ کو ان سے کوئی شکایت ہو گی لیکن اس

وقت تک کے لیے تین فیصد سو میں سے تین لوگوں کا ریویو کرنے کی (سکروٹنی) کرنے کی اجازت ہوگی اس کے علاوہ تمام کا تمام خود تشکیلی نظام ویسا ہی رہے گا جیسا میں نے لاہور میں اعلان کیا تھا اور ہر سال انکم ٹیکس کی اماؤنٹ میں ایک خاص اضافہ ہونا چاہیئے اگر آپ اس میں اضافہ کر دیں گے تو آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا لیکن ان ہدایات کے بعد جب میں نے پرسوں ان سے بات کی میں نے کہا جناب اب بتلایئے اب تو آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے انہوں نے کہا نہیں جناب آپ اعلان کیجئے۔ اس علماء کنونشن کے اندر کہ آپ نے جو لاہور میں کہا تھا وہ صحیح کہا تھا میں نے کہا آپ کو شک کیسے ہوا انہوں نے فرمایا کہ ہم نے منسٹری آف فنانس سے پوچھا ہے کہ صدر صاحب نے لاہور میں تقریر کی تھی کہ خود تشکیلی نظام کی کوئی سکروٹنی نہیں ہوگی۔ ہر سال ہم اپنی رقم بڑھائیں گے ان کے کہنے کے مطابق انہیں وزارت مال سے جواب ملا کہ جناب آپ کو پتہ نہیں ہے کہ آج کل تو صدر صاحب سیاسی آدمی ہو گئے ہیں وہ تو ریفرنڈم کا سلسلہ تھا وہ تو سیاسی تقریر تھی بھائی ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے ساڑھے سات سال میں ایسا کوئی سیاسی قدم نہیں اٹھایا ہے اور نہ قدم اٹھانے کا ارادہ ہے جو میں نے اعلان کیا تھا وہ قائم ہے اس میں صرف ایک ترمیم میں نے کی ہے کہ دو تین چار فیصد کی سکروٹنی کی میں نے اجازت دی ہے اس وقت تک کہ جب تک ہم صحیح معنوں میں نفاذ اسلام کے عمل پر پورے نہیں اترتے اور ہمارا رخ صحیح نہیں ہو جاتا۔

مجھے امید ہے کہ میری ان وضاحتوں سے چند ایک چیزوں کی نشاندہی ہو گئی ہوگی۔ لیکن میرا یہ ایمان ہے کہ نفاذِ اسلام کے لیے جب تک جس شخص کے دل میں اسلام کا درد نہیں ہے اس وقت تک ترقی نہیں ہوگی۔ اور میرا یہ ایمان ہے کہ جس طریقے سے تحریک پاکستان میں ان اصحاب نے جن کے دل میں اسلام کا درد ہے اور علماء اور مشائخ سے بڑھ کر کسی اور کے دل میں اتنا درد نہیں ہو سکتا جس طریقے سے تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا تھا میں ساڑھے سات سال سے آپ کے پیچھے لگا ہوا ہوں اور آپ میرے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ پاکستان کا معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی برکتیں ہیں آپ کی نیت میری نیت ہے۔ لوگوں کی محنتیں اس میں شامل ہیں۔ بہت سے لوگوں کی دعائیں اس میں شامل ہیں لیکن آپ یقین جانیئے

اصل چیز حب رسول ہے جس کا یہ طفیل ہے ورنہ ہم میں یہ طاقت نہیں تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی برکت ہے ہم نے غلط کام کئے وہ صحیح ہو گئے یہ اس کا کرم ہے اس کا احسان ہے ورنہ ہم میں یہ طاقت نہیں اور مجھے یہ پورا یقین ہے اور ایمان ہے کہ جب تک آپ حضرات کی آواز مساجد سے، درسگاہوں سے، بازاریں، گزرگاہوں میں اسلام کی طرف ابھرتی رہیں گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا فضل رہے گا اس وقت تک ترقی ہوتی رہے گی۔ جب آئمہ مساجد علمائے کرام اور مشائخ عظام کے دلوں میں کدورت آگئی یا حکومت کا اعتماد اٹھ گیا تو پھر یقین جانیے کوئی اور راستہ نہیں۔

میں نے اسی لئے آپ کو تکلیف دی میں آپ کا از حد مشکور ہوں، آپ نے اتنا وقت صرف کیا یہاں تشریف لائے، زحمت اٹھائی، پانچ کمیٹیوں کی سفارشات مرتب کیں اور میرے حوالے کیں اور بقول ایک صاحب کے وہ میں نے پڑھا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب بال (Ball) ہم نے اٹھا کر آپ کی کورٹ میں پھینک دیا ہے اب اس کو کھیلنا آپ کا کام ہے انشاء اللہ میں اس کو نہ صرف کھیلوں گا بلکہ آپ کی طرف دوبارہ پھینکوں گا یہ دو کمیٹیاں جو میں نے مقرر کی ہیں یہ بال اب آپ کی کورٹ میں دوبارہ آگیا ہے لہذا مجھے امید ہے کہ ان کی تشکیل کے بعد نفاذ اسلام کی رفتار میں ترقی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے گا کہ ہم اس کو صحیح معنوں میں ایک مثالی مملکت بنا سکیں گے۔

یہ میری گذارشات تھیں میں آپ کا از حد مشکور ہوں اور میں خاص طور پر آپ کی وساطت سے' آپ کی طرف سے اپنی طرف سے جناب راجہ ظفر الحق صاحب کا اور وزارت مذہبی امور کا نیا سیکرٹری جناب چوہدری شوکت صاحب کا شکر گزار ہوں انہوں نے بڑی محنت کی ہے۔ وزارت مذہبی امور نے پچھلے تین چار ہفتوں سے بڑی محنت کر کے آپ کی اور میری خدمت کی ہے میں اپنی طرف سے اور آپ کی طرف سے چوہدری شوکت صاحب کا وزارت مذہبی امور کا راجہ ظفر الحق صاحب کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ ہم بیٹھ کر نفاذ اسلام کے لئے کچھ کام کر سکیں اور اس کا سارے کا سارا ثواب ان کی جھولی میں ڈال دیں میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا، زندگی ہوئی، اختیارات ہوئے تو پھر

آئندہ اجلاس، اس اجلاس کے تجربے کی روشنی میں ہو گا۔ اس قسم کے کنونشن بھرپور طریقے سے ہونا چاہیئں اور اس کی اطلاع کم از کم تین ماہ پہلے دینا چاہیئے۔ ان کمیٹیوں کی تشکیل کی جائے۔ سوالنامے ان کو بھجوائیں جائیں اور کم از کم تین دن کے لئے اجلاس ہو۔ دو دن آپ خود بیٹھ کر کمیٹیوں کے اندر جائزہ لیں اور تیسرے دن اسی طریقے سے کمیٹیوں کی سفارشات اور حکومت کی طرف سے نقطہ نظر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔

ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس تھوڑی سی خدمت کو قبول فرمائیں گے۔ اور پاکستان کو استحکام دیں گے۔ اب میں گزارش کروں گا کہ مولانا عبدالمالک کاندھلوی صاحب نظر آ رہے ہیں میں مولانا سے درخواست کروں گا کہ یہاں تشریف لائیے دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اس اجلاس کو بابرکت اور خوش آئند طریقے سے برخاست ہونے کی توفیق دے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

پاکستان زندہ باد۔

اسلام پائندہ باد۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی صاحب نے دعا فرمائی اور صدرِ محترم کی اجازت سے اجلاس برخاست ہوا۔

نفاذ اسلام کنونشن، ۱۴۰۵ ہجری

۳۰ جنوری ۱۹۸۵ء

کمیٹی نمبر ۱ (اصلاح معاشرہ)

فہرست شرکاء

۱۔ ڈاکٹر محمد ارشد رندھاوا (ایم آر سی پی)

۴۴ م۔ شادمان کالونی، لاہور

۲۔ صاحبزادہ عبدالرؤف قریشی

مرکزی سیکرٹری اطلاعات جمعیت مشائخ پاکستان، ۹۰۵، آدم چوک غلام محمد آباد، فیصل آباد

۳۔ عبدالمالک عرفانی

سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۲۔ بازار روڈ، اسلام آباد

۴۔ محمد عبداللہ،

صدر مدرس، دارالعلوم چشتیہ غوثیہ، کچہری روڈ، منڈی بہاؤالدین، ضلع گجرات۔

۵۔ علامہ سید محمد رضی مجتہد

رکن مجلس شوریٰ، سی۔۹۶، بلاک ۱۰، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: ۵۸۳۰۲۵

۶۔ سید زاہد صدیق،

ناظم اعلیٰ دارالعلوم ضیاء القرآن، سعید آباد (ڈوکن شریف) تحصیل و ضلع گجرات

۷۔ ملک اسرار احمد خان

جوائنٹ سیکرٹری، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن، راولپنڈی

۸۔ میاں حیات بخش،

صدر انجمن فیض الاسلام ، راولپنڈی

۹۔ کرنل غلام سرور، ستارہ امتیاز (ملٹری)

نیشنل ڈیفنس کالج، راولپنڈی

۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ خان،

چیئرمین ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۱۱۔ پیر سید دامن علی شاہ گیلانی

سجادہ نشین محل ضلع جیکب آباد، ممبر فیڈرل کونسل۔

۱۲۔ صاحبزادہ پیر فضل حق رضوی،

۱۷/۴، سنٹرل کمرشل ایریا، علامہ اقبال روڈ، پی ای سی ایچ ایس، کراچی

۱۳۔ سعید الرحمٰن چشتی

سی-۱، کہکشاں- ۵، کلفٹن، کراچی

۱۴۔ سید ابوالخیر حسین الدین شاہ

ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی

۱۵۔ محمد اسحاق

مہتمم جامعہ قیصریہ مدینۃ العلوم، مسجد المصنع جی ۷/۴، اسلام آباد

۱۶۔ میاں عطاء الرحمٰن طارق

معرفت ایم فضل حق کمپنی لمیٹڈ خوشاب

۱۷ - محمد اسماعیل

۲۱ - بی ، وہاب آرکیڈ - ایم اے جناح روڈ ، کراچی -

۱۸ - ملک محمد رفیق خان (ایڈووکیٹ راولپنڈی)

مکان ۷۸ ، گلی ، ۵۶ ، سیکٹر جی ۹/۴ ، اسلام آباد

۱۹ - صاحبزادہ ابوالطاہر محمد نقشبندی

محلہ پیر کریاں ، پاکپتن شریف ، سجادہ نشین نقشبندیہ مجددیہ ، ضلع ساہیوال

۲۰ - صاحبزادہ محمد مسعود الحسن طاہر ،

محلہ پیر کریاں پاکپتن شریف ، ضلع ساہیوال

۲۱ - صاحبزادہ محمد دلشاد حسین القادری

خطیب مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ، جہلم

۲۲ - عبدالسلام سلفی ،

خطیب جامع مسجد اہل حدیث ، فوارہ چوک پشاور صدر -

۲۳ - پیر سید محمد ریاض الدین سہروردی

بغدادی جامع مسجد مارٹن کوارٹرز ، کراچی -

۲۴ - صاحبزادہ پیر محمد فیض علی فیضی ،

خطیب مرکزی جامع مسجد ، راولپنڈی

۲۵ - قاری عبدالرسول حقانی

خطیب جامع مسجد غوثیہ حنفیہ ، اے بلاک ، سیٹلائٹ ٹاون مری روڈ ، راولپنڈی -

۲۶ - مفتی محمد ضیاء الحق دہلوی ،

۸/۵۹۹ عزیز آباد کراچی نمبر ۳۸ (صدر انجمن فلاح دارین کراچی)

۲۷۔ مولانا محمد اشرف قادری

خطیب جامع مسجد محمدیہ رضویہ، خیابان سرسید سیکٹر نمبر ۲، راولپنڈی

۲۸۔ قاری محمد زکریا،

خطیب جامع مسجد محمدی، اہل حدیث، جی ۹/۲، اسلام آباد

۲۹۔ مخدوم محمد امجد حسین ہاشمی

۲۸۴/اے، کورنگی کالونی نمبر ۶، کراچی، فون: ۲۱۱۹۸۴/۴۴۰۵۳۸

۳۰۔ صاحبزادہ عبدالرزاق قادری،

۵۳۶۔ پی آئی بی، کالونی، کراچی، فون: ۴۱۴۰۸۳

۳۱۔ عزیز جاوید،

چیئرمین ادارہ تحقیق و تصنیف، پوسٹ بکس نمبر ۳۸۸، جی پی او، پشاور

۳۲۔ حاجی بشیر احمد،

منیجنگ ڈائریکٹر، الصاف ٹیکسٹائل ٹریڈنگ ملز لمیٹڈ فیصل آباد،

۳۳۔ حکیم محمد صدیق

دلارائے ہسپتال، چنیوٹ، ضلع جھنگ۔ فون: ۶۲۳،

۳۴۔ مفتی کشمیر علامہ پیر سید مفتی محمد یٰسین شاہ،

مہتمم اعلیٰ دارالفتاوی بازار لوہاراں، جھنگ صدر، فون: ۲۶۶۹

۳۵۔ پیر سید محمد ادریس بخاری،

قومی دواخانہ، ۱۶ ایبٹن روڈ، لاہور، فون: ۳۲۵۲۶۶

۳۶۔ علامہ مولانا حبیب النعمانی

خطیب مسجد تقوی محلہ سلطان والا جھنگ صدر،

۳۷۔ پروفیسر ظہیر الدین احمد قاضی،

صدر مؤتمر العالم الاسلامی فیڈرل ایریا ۳/۱۶۷، آدم جی روڈ، راولپنڈی، فون: ۸۱۱۳۳۸/ ۶۴۴۲۹

۳۸۔ محمد مختار احمد ضیاء

ناظم اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، چک شہزاد اسلام آباد

۳۹۔ محمد امیر چشتی

خطیب جامع مسجد المبین، جی ۴/۷، اسلام آباد

۴۰۔ محمد عبدالرحمٰن رشیدی

خطیب جامع مسجد المجتبیٰ، پریس کالونی جی ۴/۷ اسلام آباد

۴۱۔ مولانا سعید الدین شیر کوٹی،

گلبہار کالونی، نمبر ۲ پشاور شہر

۴۲۔ مولانا محمد آصف قاسمی،

ایس ٹی ۴، بلاک ۷ نارتھ ناظم آباد کراچی

۴۳۔ سید مظفر حسین ندوی

اسلامی نظریاتی کونسل آزاد جموں کشمیر، مظفر آباد

۴۴۔ حاجی سید بادشاہ حسین

پارا چنار، کرم ایجنسی

۴۵۔ صاحبزادہ نذر دیوان،

حسن ابدال، ضلع اٹک

۴۶۔ خلیفہ پیر بغدادی قاری غلام فرید ہاشمی

جامع مسجد مبارک، پی آئی اے، لاہور

۴۷۔ ڈاکٹر سعید اللہ قاضی،

شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی، پشاور

۴۸۔ محمد یوسف کاظم

اصول الدین والدعوۃ کالج، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد،

۴۹۔ مولانا صاحبزادہ غلام ریاض الدین مخدوم

بمقام چاچڑ شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل صدر شاہ پور، ضلع سرگودھا

۵۰۔ صاحبزادہ مولانا حافظ محمد اکبر

بمقام چیڑ شریف ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع خوشاب

۵۱۔ الطاف حسین قریشی

ایڈیٹر اردو ڈائجسٹ، سمن آباد، لاہور

۵۲۔ قاری محمد امین

خطیب جامع مسجد انوار مدینہ، سیکٹر جی ۸/۱، اسلام آباد،

۵۳۔ محمد فاروق

خطیب جامع مسجد امر پورہ شہر، راولپنڈی

۵۴۔ پیر محمد اشرف صاحب

رکن وفاقی مجلس شوریٰ، لاہور

۵۵۔ سید نذیر حسین شاہ

ناظم دار العلوم محمدیہ، غوثیہ صدر چھاؤنی، سیالکوٹ

۵۶۔ محمد زبیر تبسم

خطیب مرکزی جامع مسجد غوثیہ، آزاد کشمیر،

۵۷۔ محمد اسماعیل لونا، (جوائنٹ سیکرٹری)

وزارت انصاف، اسلام آباد

۵۸۔ محمد ضیاء خان

جائنٹ سیکرٹری، وزارت داخلہ اسلام آباد

۵۹۔ محمد رحمت اللہ

ناظم عمومی۔ سجادہ نشین جامع محمدی شریف ضلع جھنگ

۶۰۔ مولانا محمد بخش مسلم

شاہجہان روڈ، لاہور

۶۱۔ صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد

سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخش، ۱۲۔ دربار روڈ، لاہور

۶۲۔ حافظ محمد لقمان

لیہ

۶۳۔ پیر سید محمود شاہ صاحب محدّث ہزاروی

حویلیاں

۶۴۔ ضمیر احمد ساجد

خطیب جامع مسجد سیدنا حسنؓ، جی ۹/۴ اسلام آباد

۶۵۔ صاحبزادہ پیر سید عصمت حسین شاہ گیلانی

خطیب جامع مسجد بغدادی جی ۹/۴، اسلام آباد،

۶۶۔ مولوی عبدالغنی نقشبندی

خطیب جامع مسجد قادریہ، سیکٹر جی ۷ — ۳/۲، اسلام آباد،

۶۵۔ محمد سلیم خان فریدی

صدر مدرسہ ضیاء القرآن، قادریہ مسجد، اسلام آباد

۶۶۔ محمد سعید اللہ

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا

۶۷۔ محمد مختار احمد ضیاء

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، خیابان کرم، اسلام آباد

۶۸۔ مولانا محمد اطہر نعیمی

رکن مرکزی رویت ہلال کمیٹی، خطیب جامع مسجد آرام باغ۔ کراچی۔

چیئرمین

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

سیکرٹری

ڈاکٹر امین اللہ وثیر

معاون

ڈاکٹر سید مطلوب حسین

انفرادی سفارشات وتجاویز

تمام کمیٹیوں نے متفقہ طور پر جو تجاویز و سفارشات مرتب کیں ان کے علاوہ انفرادی طور پر بھی تمام کمیٹیوں میں شامل اراکین نے تحریری طور پر بعض سفارشات پیش کیں جنہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے :۔

۱۔ اصلاحِ معاشرہ کمیٹی

اسراف و تبذیر

(۱) کثرت زر اور اس کی نمائش کا جذبہ تباہ کن ہے۔ اسی کے سبب معاشرے میں تمام برائیاں جنم لیتی ہیں یحکومت قانون کے ذریعے اس کی روک تھام کرے۔ نیز علماء و مشائخ دولت کے بے جا استعمال کو روکنے میں مدد دیں۔

مولانا مفتی محمد ضیاء الحق صاحب
انجمن فلاح دارین کراچی

---

(۲) اسراف بے جا کے خلاف اسلامی قوانین کے تحت سزائیں تجویز کی جائیں۔

(۲) اسراف بے جا کے خلاف اسلامی قوانین کے تحت سزائیں تجویز کی جائیں۔

۱۔ عزیز جاوید صاحب ۔ چیئرمین ادارہ تحقیق و تصنیف پشاور

۲۔ سید بادشاہ حسین ۔ پارا چنار۔

۳۔ قاری عبدالرسول خانی، جامع مسجد غوثیہ راولپنڈی۔

(۳) تمباکو نوشی بلاشبہ ایک اسرافی فعل ہے۔ اس پر پابندی لگانا ضروری ہے۔

عبدالغفار حسن فیصل آباد۔

(۴) سرکاری تقریبات میں اسراف نہ کیا جائے۔ شادی/موت، عقیقہ اور دیگر رسومات میں اسراف کو قانون کے ذریعے نہیں روکا جا سکتا۔ آئمہ مساجد اور علماء کرام باقاعدہ تبلیغی مہم کے ذریعے اسراف کے خلاف جہاد کریں۔

جناب عبدالمالک عرفانی صاحب ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

(۵) اسراف و تصرف بے جا کے خلاف یونین کونسل یا تھانہ کی سطح پر مستند علمائے کرام کی خدمات حاصل کی جائیں اور حکومت کی طرف سے ان کی ڈیوٹی لگائی جائے کہ وہ تمام معاشرتی رسومات کے وقت عوام الناس کے سامنے کھڑے ہو کر بے خوف و خطر غیر شرعی رسومات اور لایعنی فضول خرچی کے خلاف آواز اٹھائیں۔

صاحبزادہ محمد دلشاد حسین قادری جہلم

(۶) غیر ترقیاتی ملازمین اپنے دائرہ آمدنی سے بڑھ کر خرچ کریں تو محکمے کا سربراہ ان کو نرمی و ملاطفت کے ساتھ اس اسراف سے منع کریں اگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو سختی کی جائے۔

ڈاکٹر محمد صغیر حسین معصومی

(۷) اسراف بے جا کو روکنے کے لئے اشیائے تعیش کی درآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ نیز جو اشیاء ملک میں تیار ہوتی ہیں، ان ایسی چیزوں کی درآمد ممنوع قرار دی جائے۔

ملک محمد رفیق خان ایڈووکیٹ راولپنڈی

(۸) اسراف و تبذیر کو روکنے کے لئے اسوۂ رسول، سیرت صحابہ، اہلبیت، اولیائے کرام کی حیات طیبہ اور واقعات چھپوا کر عوام میں تقسیم کئے جائیں۔

(سید زاہد صدیق سعید آباد جوکن شریف گجرات)

۲- سماجی برائیوں کی روک تھام

۱- سماجی برائیاں، چور بازاری، منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، جھوٹ، دغا، فریب، قمار کی مختلف شکلیں گھڑ دوڑ وغیرہ ختم کرنے کے لئے اسلامی قوانین سختی سے نافذ کئے جائیں، ان باتوں کے مرتکب سرکاری ملازمین کو کڑی سزا دی جائے۔

مولانا محمد خان جنگل خیل کوہاٹ۔

عزیز جاوید - ادارہ تحقیق و تصنیف۔ پشاور۔

محمد عبدالرحمٰن رشیدی۔ اسلام آباد۔

۲- سینماؤں کا آخری شو ختم کر دیا جائے۔

(محمد یوسف قریشی جامعہ اشرفیہ لاہور)

۳- چھوٹی سطح پر قمار بازی بذریعہ وڈیو گیمز، کیرم بورڈ، تاش وغیرہ ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف موثر اقدامات کئے جائیں۔

(صاحبزادہ عبدالرؤف قریشی فیصل آباد)

۳- تعلیم

۱- تعلیمی اداروں میں سیاست پر مکمل پابندی عائد کی جائے اور اعلیٰ دادنیٰ تعلیمی اداروں کے امتیاز کو ختم

کیا جائے۔ اساتذہ با کردار ہوں اور با اختیار ہوں کہ وہ بد کردار طالب علموں کو سرزنش کر سکیں ۔

۲۔ اعلیٰ قدروں کے حامل طلبہ کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جائے جس میں نقد انعام اور سرٹیفکیٹ شامل ہوں ۔

(عزیز جاوید ۔ پشاور)

۳۔ طلبا کو سیاست سے قطعاً علیحدہ رکھا جائے ۔ سمیسٹر سسٹم کا خاتمہ کیا جائے ۔ ممتحنوں کا بیرون جامعہ سے تقرر کیا جائے ۔ تعلیمی اداروں میں قبائلی، نسلی اور لسانی برتری کے رجحانات، کو ختم کیا جائے ۔

(ڈاکٹر پروفیسر یوسف عباس ہاشمی ، کراچی یونیورسٹی)

۴۔ مخلوط تعلیم کا خاتمہ ہونا چاہیے اور تعلیمی درسگاہوں میں یکساں نظامِ تعلیم اور نصاب تعلیم نافذ ہونا چاہیے

۵۔ پبلک کیڈٹ، مشنری اور سرکاری درسگاہوں میں یکساں نصاب تعلیم اور یکساں نظام تعلیم ، ایک قومی لباس اور ایک قومی زبان کا اجراء لازم قرار دیا جائے ۔

۶۔ اساتذہ کے تقرر میں علم کے مقابلے میں اخلاقی برتری کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے ۔

(ڈاکٹر سعید اللہ قاضی پشاور یونیورسٹی)

۷۔ نظامِ تعلیم کی اصلاح ہو ۔ نصابِ تعلیم میں جہاد آزادی اور جدوجہد کی صحیح تاریخ پڑھوائی جائے ۔

(صاحبزادہ پیر محمد فیض علی فیضی ۔ راولپنڈی)

۸۔ کردار کی قوت ، گھر کے ماحول اور درسگاہوں کے اساتذہ کے عمدہ اخلاق اور حسن سلوک سے پیدا ہوگی ۔

(ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی)

۹۔ کردار تعلیم ہی سے بنتا ہے ۔ اس لئے تعلیمی اداروں میں روحانیت ، تقویٰ اور پرہیزگاری پر توجہ دی جائے ۔ تصوف و اخلاقیات کو نصاب میں شامل کیا جائے ۔ اساتذہ کے کردار پہ کڑی نظر رکھی جائے ۔

(محمد اسحاق قیصری)

(صاحبزادہ محمد سلیم حماد لاہور)

۱۰۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ڈرامے وغیرہ برائی کو جنم دیتے ہیں ۔ ان کی تطہیر کی جائے اور سرکاری

سطح پر انہیں بند کیا جاتے۔ بعض دینی اداروں کے طلبہ دنیوی علوم پر کما حقہٗ عبور نہیں ہوتا جبکہ یونیورسٹی اور کالجوں سے تعلیم حاصل کرنے والوں کو دینِ اسلام پر عبور نہیں ہوتا۔ لہذا دونوں طرح کی تعلیم کو ملانے کے لئے ایک ایسا نصاب مرتب کیا جائے جس سے دونوں نظاماتِ تعلیم مربوط ہو جائیں۔

(مولانا عبدالغنی نقشبندی، اسلام آباد)

۱۱- پرائمری سطح سے کالج کی سطح پر اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کو جس طرح طریقہ تعلیم کی تربیت دی جاتی ہے اس طرح ان اساتذہ کو قوم کے نونہالوں کی تربیت کی بھی تربیت دی جانی چاہیئے۔ جس تعلیمی ادارے کے طالب علموں کا تعلیمی و تربیتی معیار پست ہو تو ان سے بازپرس کی جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

(مولانا محمد اطہر نعیمی کراچی)

۱۲- اعلیٰ تعلیمی اداروں کو ملک کو درپیش مسائل پر پُرخلوص اور گہری تحقیق پر زیادہ توجہ دینا چاہیئے۔ امتحان میں ناجائز ذرائع کے استعمال کو سختی سے کچل دینے کی ضرورت ہے۔

(ڈاکٹر امان اللہ خان، پنجاب یونیورسٹی)

۱۳- اساتذہ کرام ٹیوشن پڑھانے، نصابی خلاصے کتابیں اور نقشہ جات چھاپ کر بچوں کو لازمی خریدنے پر مجبور نہ کریں۔

(صاحبزادہ فضل حق رضوی۔ کراچی)

۱۴- فارغ التحصیل ہونے پر ملازمت کے حصول میں یہ تعین کرنے کے لئے یہ دیکھا جائے کہ طلبِ گارِ ملازمت کس حد تک باکردار ہے۔

(ملک محمد رفیق خان ایڈووکیٹ، راولپنڈی)

۴- سرکاری ملازمین

۱- سرکاری ملازمین کی اسلامی تربیت کا ہر سطح پر انتظام کیا جائے ان کی سالانہ رپورٹ میں اسلامی کردار

کو مناسب اہمیت دی جائے ۔ ملازمت کے دوران میں ریفریشر کورس کا باقاعدہ انتظام ہو ، ہر مسلمان سے تقرری کے وقت یہ حلف لیا جائے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتا

(۱ ۔ پیر محمد اشرف)

(۲ ۔ الطاف حسین قریشی)

۲ ۔ بہتر اہل اور اچھے ریکارڈ والے ملازمین کو بہتر صلہ دینا بہتر ہے ۔ البتہ فیصلہ اور معیار صحیح ہونا چاہیے ۔

(۱ ۔ پیر محمد فیض علی فیضی)

(۲ ۔ مولانا سعید الدین شیر کوٹی)

۳ ۔ سرکاری ملازمین کے فرض شناسی کے جذبے کو ابھارنے کے لئے علماء کا ایک ادارہ قائم کیا جائے جس طرح نیپا وغیرہ اور دیہی ترقیاتی اکیڈمی میں افسروں کو اپنے اپنے محکموں کے متعلق تربیت دی جاتی ہے

(عزیز جاوید)

۴ ۔ ضروری ہے کہ سرکاری وفا شعار اور دیانت دار ملازم کو ہر طرح سے اطمینان ہو تا کہ وہ دل جمعی سے کام کر سکے ۔ بد دیانت سرکاری ملازم کو سزا دینے کے بعد اس کے بیوی بچوں کی کفالت کی جائے ۔

(سید بادشاہ حسین پاراچنار)

(۵) ہر سرکاری اور نیم سرکاری ملازم کو محتسبِ اعلیٰ کے سامنے جوابدہ قرار دیا جائے خواہ مرکز سے ہو یا صوبے سے یا بلدیات سے ۔

(عبد المالک عرفانی صاحب (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)

۶ ۔ تمام افسران بشمول وزراء کا وقتاً فوقتاً احتساب ممکن بنایا جائے ۔

(پروفیسر یوسف عباس ہاشمی)

۷۔ مختلف دفاتر میں روزانہ رشوت کا کاروبار گرم رہتا ہے۔ اس کے لئے الگ کمیٹی ہو جو ایسے جرأتمند اور باکردار لوگوں پر مشتمل ہو جو بغیر رشوت کے عام آدمی کا کام کروائیں۔

(محمد عبدالمجید ایڈووکیٹ رحیم یار خاں)

۸۔ پڑھے لکھے لوگوں کو ملازمت کے مواقع میسر کئے جائیں ورنہ ان کی مالی اعانت کی جائے۔

(ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی)

۹۔ ہر ملازم کو مالی لحاظ سے خود کفیل بنایا جائے۔ ان کے بچوں کے لئے تعلیم رہائش اور میڈیکل سہولیات کا معقول بندوبست کیا جائے۔

(میاں غلام حسین چوہان مانگا منڈی)

۵۔ پولیس

(۱) پولیس کو وسیع اسلامی تربیت کے علاوہ پولیس ایکٹ پر فی الفور نظر ثانی کی جائے۔

(۱۔ پیر محمد اشرف)

(۲۔ الطاف حسین قریشی)

۲۔ محکمہ پولیس کی اصلاح کی جائے جس سے معاشرے کی مزید اصلاح ہو سکتی ہے۔

(مفتی سید محمد یٰسین شاہ جھنگ)

۳۔ پولیس اور انتظامیہ میں ملازمت کے لئے دینی معلومات اور نیک کرداری مشروط کی جائیں۔

(محمد اسحاق قیصری)

۴۔ عوام کو بنیادی شکایت محکمہ پولیس سے ہے۔ اس ضمن میں بالخصوص جھوٹے مقدمات درج کرنا۔ کسی واقعہ سے متعلق واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا۔ جھوٹے گواہیوں کا بندوبست کرنا۔ مظلوم سے زیادتی کرنا۔ اپنی کارکردگی ظاہر کرنے کے لئے بے گناہ لوگوں کو ملوث کرنا پولیس کا عام شیوہ ہے اس

سلسلے میں ہر تھانے میں ایک کمیٹی ہو جو پولیس کی اصلاح کے علاوہ مرتشی لوگوں اور منشیات فروشوں جوا خانوں اور قحبہ خانوں پر کڑی نظر رکھے۔

(۱۔ ملک محمد رفیق خاں ایڈووکیٹ راولپنڈی)

(۲۔ حافظ محمد لقمان ۔ کوٹ ادوؒ)

(۳۔ صاحبزادہ حافظ محمد اکبر چھچھہ شریف خوشاب)

(۴۔ سید زاہد صدیق گجرات)

۶۔ ذرائع ابلاغ

۱۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات میں عورتوں کی رنگین بلکہ ہر قسم کی تصاویر کی تشہیر کو بند کر دیا جائے۔

(محمد عبدالرحمٰن رشیدی ۔ اسلام آباد)

(۲) ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو، ٹی وی سے دو عملی اور دو رُخی کو ختم کیا جائے۔ اذان، اصلاحی تقریر اور حمد و نعت کے فوراً بعد اخلاق سوز ڈرامے یا گانے نشر نہ کئے جائیں۔

(صاحبزادہ محمد دلشاد حسین قادری جہلم)

۳۔ دینی مذاکروں اور تقریروں کے لئے ریہرسل کا بہتر سے بہتر اہتمام کیا جائے جیسا کہ ڈراموں اور گانوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۱۔ قاضی سعید اللہ)

(۲۔ میاں غلام حسین چوہان)

۴۔ جن اوقات میں ٹیلی ویژن کی نشریات ہوتی ہیں ان میں جتنی نمازوں کے اوقات آئیں ان میں ہر مقامی سٹیشن سے نشریات کو روک کر باقاعدہ آذان کا انتظام کیا جائے اور نماز کے

وقت نشریات مکمل طور پر بند کر دی جائیں۔

(مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب، کراچی)

(۵) معاشرے کی اصلاح میں ذرائع ابلاغ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ ان اداروں کی تطہیر کی جائے، فحش اشتہارات، فحش تصاویر، فحش ڈرامے اور فلمیں پیش کرنے والے افراد کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور ان کی جگہ معیاری پروگرام اور تعمیری مضامین پیش کئے جائیں۔

(۱۔ سید زاہد صدیق گجرات)

(۲۔ علامہ محمد اسرار الحق حقانی راولپنڈی)

۷۔ سادگی

۱۔ سادگی اپنانے کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری ملازمین خواہ وہ کسی بھی گریڈ سے تعلق رکھتے ہوں اپنی طرزِ زندگی کو سادگی کا نمونہ بنائیں۔ ہر محلے اور ہر گاؤں کی سطح پر سادگی اپناؤ، کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

(۱۔ عزیز جاوید پشاور)

(۲۔ عبدالمالک عرفانی (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)

۲۔ سادگی اپنانے کے لئے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ سرکاری ملازمین کو لباس، رہائش اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے حکم دیا جائے کہ وہ اسوۂ انگریزی اور مغربی تہذیب سے رہنمائی نہ لیں۔

(صاحبزادہ محمد دلشاد حسین قادری جہلم)

۳۔ معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ زندگی کے مراحل میں سادگی کو اپنایا جائے اس سے جائز و ناجائز امتیازات ختم ہو سکتے ہیں، اس سلسلے میں ارباب حل و عقد کو ابتدا کرنی چاہیئے۔

(مولانا محمد اطہر نعیمی ۔ کراچی)

۴۔ ناگزیر اشیاء کے علاوہ زندگی کی ضروریات میں آنے والی ہر شے باہر سے منگوانا قانوناً جرم

جرم قرار دیا جائے۔

(قاری عبدالرسول حقانی۔ راولپنڈی)

۵۔ علمائے کرام اور سرکاری ملازمین ایسی طرزِ زندگی اختیار کریں جس میں نمائش کا عنصر نہ ہو اور سادگی نمایاں ہو۔ اولاد کو سادگی کی تلقین کریں۔ بے جا کرتو فرسے پرہیز کریں۔

(محمد رفیق ایڈووکیٹ۔ راولپنڈی)

۶۔ حکومت عوام کو سادگی کی عظمت و برکت سے آگاہ کرے۔

(سید زاہد صدیق گجرات)

تنفیذ اسلام کمیٹی

شرکاء کمیٹی نمبر ۲

۱۔ جناب علی اصغر عباسی ۔ مسجد نیلا گنبد لاہور ۔

۲۔ جناب عبد المالک عرفانی ۔ اسلام آباد

۳۔ ڈاکٹر عبد الخالق ۔ رحیم یار خان

۴۔ الحاج مولانا سید چراغ الدین شاہ نقشبندی ۔ راولپنڈی

۵۔ جناب امین الحسنات سید خلیل احمد قادری ۔ حسنات العلوم ۔ لاہور

۶۔ جناب مولانا محمد ابراہیم مجددی سرہندی ۔ سامارو ۔ تھرپارکر ۔ سندھ

۷۔ مفتی محمد حسین قادری ۔ سکھر ۔ سندھ

۸۔ جناب عبد الرحمٰن ناصر رحمانی ۔ کراچی ۔

۹۔ جناب محمد سعید احمد ۔ فیصل آباد

۱۰۔ جناب عبد الرحمٰن ناصر رحمانی ۔ کراچی

۱۱۔ مفتی ضیاء الحق ۔ مرکزی جامع مسجد ۔ فیصل آباد

۱۲۔ ڈاکٹر قاضی ۔ ایم محی الدین ۔ سرگودھا ۔

۱۳- جناب منظور احمد چینوٹی - چینوٹ

۱۴- مفتی ممتاز احمد تھانوی - لاہور

۱۵- مولانا وکیل احمد شیروانی - لاہور

۱۶- جناب مولانا فضل الرحیم - لاہور

۱۷- مولانا عبدالدیان - ست گھرہ - لاہور

۱۸- مولانا ارشد عبید - لاہور

۱۹- سید عبیداللہ شاہ - مسجد باب الاسلام - اسلام آباد

۲۰- سید عارف شاہ گیلانی - راولپنڈی

۲۱- سید علی اکبر شاہ - راولپنڈی

۲۲- پیر سید نواب حسین شاہ - مانسہرہ

۲۳- مولانا محمد ابراہیم زاہد - لاہور

۲۴- مولانا عبدالرؤف - خطیب آسٹریلیا مسجد - لاہور۔

۲۵- جناب سید عبدالمجید ندیم

۲۶- مولانا سمیع الحق - اکوڑہ خٹک

۲۷- مولوی عبدالباقی مہمند - پشاور

۲۸- صاحبزادہ نثار المصطفیٰ - راولپنڈی

۲۹- مولوی شارع الدین - نارتھ وزیرستان ایجنسی

۳۰- قاضی محمد زاہد الحسینی - اٹک

۳۱- مفتی محمد صدیق - سرگودھا۔

۳۲- مولانا محمد سعید احمد مجددی - گوجرانوالہ

۳۳- پروفیسر چودھری عبد الحفیظ - انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور

۳۴- مخدوم زادہ قاضی محمد اسرار الحق حقانی - راولپنڈی

۳۵- پیر محمد اسلم صاحب - سیالکوٹ

۳۶- مولانا محمد شریف کشمیری - خیر المدارس، ملتان

۳۷- حافظ عبد المجید عامر - جہلم

۳۸- مولوی عبد الستار - راولپنڈی

۳۹- مولانا محمد یعقوب ندوی - فیصل آباد

۴۰- مفتی محمد حسین نعیمی - لاہور

۴۱- مولانا نور محمد - دار الاسلام - اسلام آباد

۴۲- سید شریف شاہ الہاشمی

۴۳- حافظ عبد الغفور صاحب - راولپنڈی

۴۴- جناب زاہد اشرف - فیصل آباد

۴۵- حاجی صوفی محمد مسکین - کراچی

۴۶- مفتی غلام سرور قادری - گلبرگ - لاہور

۴۷- صاحبزادہ محمد ازہر - بلوٹ شریف - مری

۴۸- جناب محمد نادر زبیری - فیصل آباد

۴۹- حافظ محمد طفیل صاحب - چکلالہ - راولپنڈی -

۵۰- جناب محمد سمیع اللہ صاحب -

۵۱- حافظ عبد القادر روپڑی - لاہور

۵۲- حافظ محمد یوسف چشتی - راولپنڈی

۵۳۔ سید محمد زبیر شاہ صاحب۔ چکوال

۵۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب۔ اسلام آباد

۵۵۔ مولانا عبدالرحیم اشرف۔ فیصل آباد

۵۶۔ پروفیسر حافظ عبدالستار۔ راولپنڈی

۵۷۔ جناب نور احمد صاحب۔ کراچی

چیئرمین جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی

سیکرٹری :۔ جناب ہدایت حسین

معاون :۔ ڈاکٹر محمد حنیف
بشیر حسین ناظم

تنفیذ اسلام کمیٹی ۔ ۲

۱ ۔ اسلامی نظریاتی کونسل

۱ ۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تمام سفارشات صدر محترم ایک آرڈیننس کے ذریعے فوراً نافذ کریں ۔

۲ ۔ ۱۹۵۱ء میں ۳۱ علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو دستور کا حصہ بنایا جائے ۔

(۱ ۔ علی اصغر عباسی ۔ لاہور)

(۲ ۔ چن پیر ہاشمی)

(۳ ۔ صاحبزادہ محمد اظہر بلوٹ شریف)

(۴ ۔ امین الحسنات خلیل احمد قادری لاہور)

۳ ۔ وزارت عدل و پارلیمانی امور میں اسلامی قوانین کے ماہرین کو کافی تعداد میں شامل کیا جائے تاکہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے بارے میں قانون سازی کرتے وقت اسلامی احکام کے منافی شقیں شامل نہ ہو سکیں ۔

(محمد سعید احمد ۔ فیصل آباد)

۴ ۔ اعلیٰ عدالتوں اور اسلامی نظریاتی کونسل نے جو اسلام کے احکام کی تدوین کی جو خدمت سرانجام دی ہے اسے روبہ عمل لانے کے لئے نچلی عدالتوں کو اختیار دیا جائے ۔

(مفتی غلام سرور قادری جامعہ غوثیہ ۔ لاہور)

۲ - قاضی کورٹس

۱۔ قاضی کورٹس میں ان حضرات کا تقرر کیا جائے جو اسلامی فقہ کو عربی ماخذ سے سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

۲۔ لاء کالجوں کے نصاب میں فقہ، اصول فقہ، حدیث اور تفسیر کی مستند اول کتابوں کو شامل کیا جائے۔

(۱ - علی اصغر عباسی - صوبائی خطیب پنجاب لاہور)

(۲ - امین الحسنات سید خلیل قادری - لاہور)

(۳ - مفتی محمد حسین قادری سکھر - سندھ)

۳۔ نئے سرے سے اردو زبان میں ایک فقہ کی تدوین ہو جو فقہ الکتاب والسنّۃ کے نام سے موسوم ہو۔ مجوزہ قاضی کورٹس میں اس سے مدد لی جائے۔

(عبداللہ ناصر رحمانی - کراچی)

۴۔ جن ضلعوں میں قاضی عدالتیں قائم کرنے کا پروگرام ہے۔ ان میں اس تجربے کو کامیاب بنانے کے لئے لازمی اور بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہاں کی پولیس انتظامیہ اور دیگر محکمہ جات میں ہر فرد کی تعیناتی کے لئے بنیادی صفت اس کی ایمانداری، خدا خوفی ہونی چاہیئے۔ مزید برآں وہاں پولیس کے تین شعبے ہونے چاہئیں۔ ان میں تفتیش، نگرانی اور استغاثہ الگ الگ ہونا چاہیئے۔

(زاہد اشرف - فیصل آباد)

۵۔ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں جو قاضی کورس پڑھایا جاتا ہے۔ وہ دینی مدارس میں پڑھانے کا اختیار دیا جائے۔ امتحان بے شک اسلام آباد میں ہو۔

(غلام سرور قادری - لاہور)

۶۔ مختلف عدالتی نظاموں کی بجائے صرف قاضی کورٹس کا نظام عمل میں لایا جائے۔ جن کے قیام کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا مجوزہ مسودہ نافذ کیا جائے۔

(۱ - بشیر احمد - اسلام آباد)
(۲ - محمد نادر زبیری - فیصل آباد)

۷۔ ملک میں رائج تین قوانین کی بجائے ایک اسلامی قانون نافذ کیا جائے ۔

(حافظ عبدالقادر روپڑی ۔ لاہور)

۳۔ عدلیہ کی بالادستی

۱۔ دستوری، مالی، شخصی طریق کار کے قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں لایا جائے ۔

(عبدالمالک عرفانی)

۲۔ اسلامی حدود، سزاؤں کو علی الاعلان نافذ کیا جائے ۔ جیل کی چار دیواری میں سزا دینے سے لوگوں کو عبرت نہیں ہوگی ۔

(مفتی محمد حسین قادری ۔ سکھر)

۳۔ تمام عدالتی نظام یکساں اور شریعت کے مطابق ہو اور ہر بڑے سے بڑا ادارہ اور شخصیت شریعت کے مطابق قائم کردہ عدالت کے سامنے جوابدہ ہوں ۔

(۱۔ عبدالرحمن جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۲۔ عبدالرؤف ملک ۔ آسٹریلیا مسجد لاہور)

(۳۔ فضل مقیم جامعہ اشرفیہ ۔ لاہور)

(۴۔ مفتی محمد ممتاز صاحب تھانوی ۔ لاہور)

۴۔ موجودہ ججوں اور مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں نظام عدل واحسان پر مبنی نہیں ہے جسے اسلامی طریقہ عدل وانصاف کے قالب میں ڈھالا جائے

(ڈاکٹر قاضی ایم محی الدین سرگودھا)

۵۔ مصالحتی عدالتیں، تحصیل کی سطح پر قائم کی جائیں۔

(قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک)

۶۔ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ کار محدود ہے۔ اس عدالت کو یہ اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ ہر قانون کی شرعی حیثیت کا جائزہ لے کر اس میں ترامیم کر سکے۔

(محمد احمد سعید مجددی گوجرانوالہ)

۴۔ پبلک سروس کمیشن

۱۔ فیڈرل پبلک سروس کمیشن C.S.S کے امتحانوں میں اور صوبائی پبلک سروس کمیشن P.C.S کے امتحانوں میں افسران کے انتخاب کے وقت انٹرویو میں اسلام سے کافی معلومات کو ملحوظ رکھا جائے۔

(پیر ظہور شاہ)

۵۔ سرکاری و غیر سرکاری ملازمین

۱۔ سرکاری و غیر سرکاری ملازمین کو قانون کے ذریعے پابندِ صوم وصلوٰۃ بنایا جائے۔

(چمن پیر ہاشمی)

۲۔ انتظامیہ کے تمام افسروں کو حکم دیا جائے کہ وہ جمعہ کی نماز اپنے علاقے کی جامع مسجد میں پابندی سے ادا کریں۔ تاکہ عوام کے مسائل سے آگاہ ہونے کا ان کو براہِ راست موقع میسر ہو۔

(مفتی محمد حسین نعیمی۔ لاہور)

۳- کلیدی آسامیوں اور قومی مذہبی اداروں سے ایسے افراد کو نکال دیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے ناواقف اور خود بے عمل ہیں۔ بالخصوص محکمہ پولیس سے۔

(محمد یوسف چشتی۔ راولپنڈی)

۴- حکومت سے متعلق اداروں میں ایک تربیتی کورس کا آغاز کیا جائے۔

(عبدالرحیم اشرف)

۴۔ تعلیم

۱- موجودہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کا کوئی انتظام نہیں جس کے لئے ہر مرحلے پر اسلامی تعلیمات کا ایک مکمل نصاب ہونا چاہیئے۔ اور پڑھانے کے لئے مسلمان صفت اساتذہ کی تقرری ہو۔

(چراغ شاہ نقشبندی۔ راولپنڈی)

۲- مدارس دینیہ اور دیگر تعلیمی اداروں کے طریقہ تعلیم کو ہم آہنگ بنایا جائے۔

(چراغ شاہ نقشبندی۔ راولپنڈی)

۳- کالجوں اور یونیورسٹیوں سے غیر اسلامی لٹریچر نکالا جائے۔

(محمد ابراہیم تھرپارکر سندھ)

۴- اسلامی تعلیمات کے روائتی ماہرین اور علماء کو بہ استثنائے فنی شعبے کے باقی تمام شعبوں کی خدمت کا حق دیا جائے۔

(مولوی شارع الدین۔ نارتھ وزیرستان ایجنسی)

۵- یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کا تقرر ایسے افراد میں سے کیا جائے جو علمی صلاحیت کے علاوہ

اخلاق و کردار میں نیک شہرت کا حامل ہو، فرائض کا پابند ہو اور منکرات سے اجتناب میں معروف ہو۔

(مفتی محمد حسین نعیمی لاہور)

۶۔ نئی نسل کی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ زیرِ تعلیم بچوں کے اذہان میں ابتدائی درجات ہی سے اسلامی عقائد پختہ کرنے کی سعی کی جائے۔

(زاہد اشرف)

وحدت اُمّہ کمیٹی

شرکا کمیٹی نمبر۳

۱۔ جناب عبدالعزیز عرفی ۔ ایڈوکیٹ، کراچی

۲۔ قاری محمد عبدالغنی زائر ۔ ساہیوال

۳۔ صاحبزادہ پیر محمد فضل حق رضوی ۔ کراچی

۴۔ مولوی عبدالرحمٰن میمن ۔ ممبر مجلس شوریٰ

۵۔ چوہدری محمد یعقوب ۔ اسلام آباد

۶۔ حکیم برکات احمد بگوی ۔ بھیرہ ۔ ضلع سرگودھا

۷۔ صاحبزادہ عبدالمالک ۔ میانوالی

۸۔ پروفیسر حافظ احمد بخش ۔ بھیرہ ۔ سرگودھا

۹۔ پیر محمد یوسف الوزر ۔ فیصل آباد

۱۰۔ سید میراں بخش

۱۱۔ حاجی بشیر احمد ۔ فیصل آباد

۱۲۔ مفتی محمد فاروق لغاری ۔ کراچی

۱۳۔ مولانا حسن المرتضیٰ خاور ۔ رحیم یار خاں

۱۴۔ عبدالمجید عابد ایڈووکیٹ ۔ رحیم یار خاں

۱۵۔ پیر سلطان فاروق ۔ دربار عالیہ رحوعیہ شریف ۔ ایبٹ آباد

۱۶۔ صاحبزادہ الحاج خادم حسین ۔ پاکپتن شریف

۱۷۔ محمد یونس اثری ۔ مظفرآباد ۔ آزاد کشمیر

۱۸۔ صاحبزادہ فاروق الاسلام ۔ اٹک

۱۹۔ سید عظمت علی شاہ ہمدانی ۔ کراچی

۲۰۔ عبدالوحید قاسمی ۔ اسلام آباد

۲۱۔ محمد زمان ۔ میانوالی

۲۲۔ ڈاکٹر عبدالخالق ۔ رحیم یار خاں

چیئرمین — علامہ سید محمد رضی مجتہد

سیکرٹری — حافظ ڈاکٹر محمد طفیل

معاون — حافظ قاری محمد ہمایوں

وحدت اُمّہ کمیٹی نمبر ۳

اتحاد بین المسلمین

۱۔ پاکستان میں ہر جگہ وحدت اُمّہ کمیٹیوں کی تشکیل کی جائے جن میں ہر فرقے کے ذمہ دار علماء ناظمین صلوٰۃ، عاملینِ زکوٰۃ شامل ہوں۔

(محمد عبد الغنی زاہد ۔ ساہیوال)

(صاحبزادہ پیر محمد فضل حق رضوی ۔ کراچی)

۲۔ وحدت نسلِ انسانی کے عالمگیر تصور کو بذریعہ خطبہ حجۃ الوداع اُجاگر کیا جائے۔

(صاحبزادہ پیر محمد فضل رضوی ۔ کراچی)

۳۔ اتحادِ اُمّہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف فکر کو اپنی افکار کی اشاعت کے لئے پابند کیا جائے۔

(مولوی محمد عبد اللہ میمن ۔ کراچی)

۴۔ اندرونِ ملک مرکزی/صوبائی/ضلعی سطح پر ایسے ماہر مشائخ وعلماء کی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن پر عوام کا اعتماد ہو، بلکہ مختلف مذہبی تنظیموں سے ایک ایک نمائندہ طلب کیا جائے وہ کمیٹی انتظامیہ کے تعاون سے فرقہ وارانہ کشیدگی اور نفرت کے اسباب کا قلع قمع کرنے اور مذہبی جلسوں کی اجازت انہی کے مشورہ سے دی جائے۔

(۱) صاحبزادہ عبد المالک بلوخیل ۔ میانوالی (۲) پروفیسر حافظ احمد بخش ۔ بھیرہ ضلع سرگودھا

(۳) محمد یوسف انور ۔ فیصل آباد۔

۵۔ ملک میں فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے اہم مقامات پر اتفاق ملت کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے جن میں تمام مکاتب فکر کے علماء مشترک مسائل اور حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کو پورا کرنے والے عنوانات پر اظہارِ خیال کریں ۔

(محمد یوسف ۔ فیصل آباد)

۶۔ علاقائی مذہبی اور لسانی تعصبات کو ہوا دینے والے عناصر کو قرار واقعی سزا دی جائے ۔

(مولانا حسن المرتضیٰ خادم ۔ رحیم یار خان)

دلآزار لٹریچر

۱۔ جذبات بھڑکانے والے اشتہارات، لٹریچر، کتابوں اور پمفلٹوں پر پابندی عائد کی جاتے ۔

(محمد سلیم شاہ ۔ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۔)

تعمیر مساجد

۱۔ حکومتی ادارے مثلاً سی ڈی اے، کے ڈی اے، ایل ڈی اے، ایف ڈی اے وغیرہ نئے سیکٹر کھولتے وقت ہر مکتب فکر کے لئے مساجد کی جگہ مخصوص کریں ۔

(چوہدری محمد یعقوب ۔ اسلام آباد)

رفاہیتِ عامہ کمیٹی نمبر ۴

شرکاء:

۱۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی۔ کراچی

۲۔ مولانا نور احمد، مؤتمر عالم اسلامی۔ کراچی

۳۔ میجر (ریٹائرڈ) محمد امین منہاس، مؤتمر عالم اسلامی۔ اسلام آباد

۴۔ الحاج حافظ فریدالدین احمد الوجیہ۔ چیئرمین سنٹرل حج پلگرمز، کراچی

۵۔ پروفیسر عبداللطیف انصاری۔ مظفر آباد، آزاد کشمیر

۶۔ مفتی محمود الحسن۔ مدرس جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، انار کلی لاہور

۷۔ مولوی قاری غلام ربانی۔ جوہر آباد، خطیب و مدرس کوہ نور شوگر ملز۔ ضلع خوشاب

۸۔ مولوی عبدالحق۔ خطیب مرکزی جامع مسجد جوہر آباد۔

۹۔ سید محمد شاکر حسن۔ جنرل سیکرٹری، پاکستان سیمز کانگرس

۱۰۔ محمد اشرف دندھادا۔ صدر سیٹیزن کمیٹی اسلام آباد۔

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالخالق لائید کلینک، شاہی روڈ رحیم یار خان، رکن مجلس شوریٰ

۱۲- نور محمد چشتی - میرا شریف، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

۱۳- صاحبزادہ منظور احمد، سجادہ نشین میرا شریف، تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک

۱۴- جناب عبداللہ سلفی رئیس، متعمد الشریعۃ والصناعۃ، کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ۔

۱۵- مظہر الامین گیلانی - بھیرہ - سرگودھا۔

۱۶- مولانا منظور احمد چنیوٹی، چنیوٹ

۱۷- حکیم محمد صدیق، مولہ رائے ہسپتال چنیوٹ

۱۸- فضل الرحمٰن، لاہور

۱۹- مولانا حسن المرتضیٰ - رحیم یار خان

۲۰- سید شبیر حسین شاہ - اسلام آباد۔

چیئرمین :- جناب دوست محمد فیضی

سیکرٹری :- جناب محمد میاں صدیقی

معاون :- جناب محمد ایوب

سفارشات رفاہیت و بہبود عامہ کمیٹی (۲)

صحت عامہ

۱۔ دیہاتی علاقوں میں طبی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے شفاخانے کھولے جائیں اور ایمبولنس گاڑیاں فراہم کی جائیں جو دور دراز علاقوں سے مریضوں کو علاج معالجے کے لئے طبی مراکز تک پہنچائیں۔

(مولانا عبداللہ سلفی ۔ کوٹ ادو مظفر گڑھ)

۲۔ دیہاتوں میں طبی سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کیا جا سکے۔

(نور احمد چشتی ۔ پنڈی گھیپ)

۳۔ علاقے میں مخصوص شفاخانے تعمیر کئے جائیں ۔ جہاں ماہر طبیبوں کو ملازم رکھا جائے اور بیمار کا علاج مفت کیا جائے ۔

(حکیم محمد صدیق چنیوٹ)

۴۔ شاہراہ پاکستان پر ہر دس میل کے فاصلے پر شفاخانے تعمیر کئے جائیں ۔

(مولانا حسن المرتضیٰ خاور ۔ رحیم یار خاں)

۵۔ دیہی علاقوں میں ہیلتھ وزیٹر (لیڈی) کے انتظام کو بہتر بنایا جائے ۔

(منظر الدین گیلانی ۔ بھیرہ)

فراہمی روزگار

۱۔ آبادی اور وسائل کا اندازہ لگانے کے لئے ایک کمیٹی کا عمل قیام میں لایا جائے جو صحیح کوائف اور معلومات فراہم کرے اور تجاویز مرتب کرے کہ سرکاری اور غیر سرکاری تعاون سے روزگار اور دیگر رفاہی سہولتوں کے سلسلے میں کیا اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔

(الحاج حافظ فرید الدین احمد الوجیہہ کراچی)

۲۔ شہروں میں گداگروں کی فہرستیں تیار کی جائیں۔ ان میں جو کام کرنے کے اہل ہوں انہیں کام مہیا کیا جائے اور اپاہجوں کے لئے قومی خزانے سے وظائف مقرر کئے جائیں یا زکوٰۃ و عشر سے مدد کی جائے۔

حکیم محمد صدیق والا۔ رائے ہسپتال چنیوٹ

۳۔ جواں سال طبقے کے فارغ رہنے سے برائی جنم لیتی ہے۔ فراہمی روزگار یا کسی علمی و سماجی مصروفیت کے ذریعے مشغول و مصروف رکھا جائے۔ مزدور طبقے کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ متعلقہ فیکٹری میں ان کے لئے سہولتیں مہیا کی جائیں

(حکیم محمد صدیق چنیوٹ)

۴۔ لاہور سنٹرل جیل میں تقریباً ۱۷۰۰ قیدی ہیں۔ جن میں اکثریت لمبی قید والوں کی ہے جو جیل کے اندر قائم کردہ فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں۔ اچھے کاریگروں کو ۱۲ روپے، مستریوں کو چھ روپے کے حساب سے معاوضہ دیا جاتا ہے۔ جو بہت کم ہے۔ اس کی شرح میں اضافہ کیا جائے۔

(جناب فضل الرحمٰن ۔ لاہور)

تعلیم

۱۔ ہر شہری کو تعلیم دینا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کے لئے پانچ سال کی مدت مقرر کی جائے۔ جس میں

ہر شہری کو ابتدائی تعلیم دی جا سکے۔ تمام ذرائع ابلاغ کو اس کے لئے استعمال کیا جائے۔

(پروفیسر عبداللطیف انصاری۔ آزاد کشمیر)

۲۔ دیہی معاشرے میں پسماندگی کو دور کرنے کے لئے مؤثر اقدامات، مثلاً تعلیم بالغاں اور تعلیم طفلی میں مزید اصلاحات کے لئے طریقِ کار وضع کیا جائے۔

(حاجی نور محمد چشتی ۔ پنڈی گھیب)

۳۔ ہر جیل میں باقاعدہ ایک سکول ہونا چاہیئے جس میں دینی تعلیم لازمی ہو۔ اس کے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے قیدیوں کی سزا میں خاطر خواہ تخفیف ہونی چاہیئے۔

(فضل الرحمٰن صاحب ۔ لاہور)

رہائش

۱۔ ایک کنال سے زیادہ رقبے پر مکان بنانے کی پابندی عائد ہونی چاہیئے۔

(پروفیسر عبداللطیف انصاری)

دستکاری

۱۔ رفاہ عامہ کے لئے ضروری ہے کہ تحصیل سطح پر ایسی انڈسٹریاں قائم کی جائیں جن میں صرف غریب باشندوں کو شریک کیا جائے۔ اس پر جو خرچ آئے ان لوگوں سے آسان اقساط میں وصول کیا جائے۔

مولانا محمد عبداللہ سلفی ۔ کوٹ ادو

بحالی عظمت رفتہ مساجد کمیٹی

شرکاء کمیٹی نمبر ۵

۱۔ صاحبزادہ عبدالغفار غفاری ۔ راولپنڈی

۲۔ قاری عطاء الرحمٰن چغتائی ۔ اسلام آباد

۳۔ جناب عبدالستار توحیدی ۔ راولپنڈی

۴۔ سید محمد خلیل کاکاخیل ۔ خطیب جامع مسجد کلاں ۔ نوشہرہ ، پشاور

۵۔ جناب حافظ محمد اسماعیل اسد ۔ سرگودھا

۶۔ جناب غلام رسول رضوی ۔ فیصل آباد

۷۔ جناب محمد معراج الاسلام ۔ بھیرہ ۔ سرگودھا

۸۔ حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی ۔ رینالہ خورد

۹۔ جناب عبدالباری ۔ رکن مجلس اعلیٰ عالمی للمساجد

۱۰۔ جناب محمد سعید نقشبندی ۔ جامع مسجد حضرت داتا صاحب ، لاہور

۱۱۔ الحاج مولانا سید چراغ دین شاہ ۔ راولپنڈی۔

۱۲۔ قاری عبدالاحد صاحب

۱۳۔ جناب عبدالقادر صاحب ۔ واہ کینٹ

۱۴۔ مولانا احمد خان ۔ ٹیکسلا کینٹ

۱۵۔ مولانا ظہور احمد صاحب ۔ اسلام آباد

۱۶۔ مولانا نیاز رسول صاحب ۔ اسلام آباد

۱۷۔ مولانا صدرالدین رفاعی ۔ راولپنڈی

۱۸۔ جناب احسان الحق ۔ راولپنڈی

۱۹۔ حافظ محمد خان چشتی

۲۰۔ جناب سید محمد شاہ ۔ ہری پور ۔ ہزارہ

۲۱۔ جناب محمد مدنی صاحب ۔ جہلم

۲۲۔ محمد عبدالمعبود صاحب ۔ راولپنڈی

۲۳۔ جناب مولوی عبداللہ میمن ۔ ٹھٹھہ

۲۴۔ قاری روح اللہ ۔ واہ کینٹ

۲۵۔ جناب افتخار علی ۔ گوجرانوالہ

۲۶۔ مولانا محمد اکرم کاشمیری ۔ لاہور

۲۷۔ حافظ قاری فیض احمد صاحب ۔ چیچہ وطنی

۲۸۔ مولانا حبیب اللہ خان ۔ راولپنڈی

۲۹۔ ابوالعلا نعمت علی چشتی ۔ ساہیوال

۳۰۔ حافظ محمد مشوری ۔ لاڑکانہ

۳۱۔ جناب زبیر احمد ظہیر ۔ لاہور

۵۲۔ مولانا عبدالرزاق ۔ اسلام آباد

۵۳۔ مولانا عبدالمتین ۔ مسجد نیلا گنبد لاہور

۵۴۔ مولانا محمد عبدالرشید قریشی ۔

۵۵۔ مولانا محمد حنیف جالندھری ۔ ملتان

۵۶۔ حافظ عبدالرشید ۔ لاہور

۵۷۔ حافظ فضل الدین نقشبندی ۔ اسلام آباد

۵۸۔ مولانا نور محمد نعیمی ۔ اسلام آباد

۵۹۔ ابوالفیض محمد عبدالکریم ۔ شیخوپورہ

۶۰۔ مولانا محمد عبدالحنان اختر ۔ راولپنڈی

۶۱۔ مولانا ضیاء اللہ شاہ ۔ اسلام آباد

۶۲۔ قاری محمد ایوب انور ۔ اسلام آباد

۶۳۔ مولانا صاحبزادہ غلام پنجتن فاروق ۔ لاہور

۶۴۔ مولانا غلام جیلانی ۔ اسلام آباد

۶۵۔ حافظ محمد اقبال رضوی ۔ اسلام آباد

۶۶۔ سید احمد اشرف جیلانی

۶۷۔ ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی ۔ کراچی

۶۸۔ پیر سید علی بخش ناز لطیفی ۔ بھٹ شاہ ۔ سندھ

۶۹۔ مولوی فیض اللہ صاحب ۔ میرپور خاص

چیئرمین ۔ جناب مولانا عبدالباقی
وزیر مال و مذہبی امور ۔ حکومت سرحد

سیکرٹری :۔ سید صفدر علی شاہ
معاون :۔ جناب حبیب الرحمٰن

بحالی عظمت رفتہ مدارس و مساجد کمیٹی نمبر ۵

تربیت آئمہ مساجد

۱۔ ان پڑھ یا نیم خواندہ آئمہ مساجد کے لئے ایک آسان اور مختصر نصاب مرتب کیا جائے۔ نیز تمام آئمہ کے لئے محدود دنیوی تعلیم کے مواقع بھی فراہم کئے جائیں۔

(مولانا صدر الدین الرفاعی صاحب)

(صاحبزادہ عبدالغفار غفاری، راولپنڈی)

۲۔ تربیت میں جو نصاب رکھا جائے وہ ہر ایک کے لئے یکساں ہو۔

(مولانا ظہور احمد۔ اسلام آباد)

۳۔ نیم خواندہ آئمہ کے لئے چھ ماہ اور ان پڑھ حضرات کے لئے دو سال کا لازمی مضامین پر مشتمل کورس پڑھایا جائے جس کے مراکز تنظیم المدارس، وفاق المدارس کی زیر نگرانی قائم ہوں۔

(سید محمد خلیل نوشہرہ۔)

(مولانا سید چراغ الدین شاہ۔ راولپنڈی)

(علامہ عبدالقیوم ہزاروی۔ لاہور)

۴۔ حکومت قومی وسائل بروئے کار لاکر علماء کو جامعہ الازہر کے معیار پر تعلیم کا بندوبست کرے۔

(محمد معراج الاسلام۔ لاہور)

۵۔ دینی مدارس کے نظامِ امتحان کو معیاری بنانے کے لئے چاروں صوبوں کے ذمہ دار حضرات کو جدید نظامِ امتحانات کا جائزہ لے کر ان کی خوبیوں کو اپنایا جائے۔

(عبدالہادی صاحب)

(مولانا احسان الحق راولپنڈی)

۶۔ تعلیمی پالیسی میں ہر دو نظامہائے تعلیم کے درمیان نکتہ اتصال تلاش کرنے کی کوشش کی جائے اور وزارتِ تعلیم علماء و مشائخ اور ماہرینِ تعلیم مشترکہ اجلاس میں اس سلسلے میں راہنما اصول طے کریں۔

۷۔ تمام تربیتی، فنی، تخلیقی اداروں میں داخلے کے لئے دینی تعلیم کے حامل امیدواروں کو ترجیح دینے کے لئے خصوصی نمبر دیئے جائیں۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری، غیر سرکاری اداروں میں سالانہ رپورٹ کارکردگی میں دینی علم اور سیرت و کردار کو خصوصی اہمیت دے کر اسے ترقی کا ایک ذریعہ قرار دیا جائے۔

(عبدالباری صاحب رکن مجلس اعلیٰ العالم للمساجد)

(محمد سعید نقشبندی صاحب۔ لاہور)

(حافظ محمد خان چشتی صاحب)

فارغ التحصیل علماء کی بہبود

۱۔ مستند علماء کو معاشی بحران سے بچانے کے لئے یا تو تبلیغِ دین کے کام پر مامور کیا جائے یا مساجد میں جو مکاتب کھولے جائیں ان میں تعلیم کے لئے مامور کیا جائے اور انہیں گریڈ ۷ دیا جائے۔

(قاری عطاء الرحمٰن چغتائی)

(محمد سعید نقشبندی لاہور)

۲۔ آئمہ کے گزر بسر کے لئے فنڈ فراہم کرنا از حد ضروری ہے تاکہ وہ فکر معاش سے بے نیاز ہو کر آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

(سید محمد خلیل۔ نوشہرہ)

(ابوظفر محمد۔ کراچی)

۳۔ آئمہ / خطباء کی معاشی کفالت کے لئے ان کی قابلیت اور ضرورت دونوں کے پیش نظر ان کے گریڈ مقرر کئے جائیں۔

(سید محمد شاہ ہری پور۔ ہزارہ)

(مولانا صدر الدین الرفاعی۔ راولپنڈی)

فرقہ ورانہ تنازعات کا تدارک

۱۔ مساجد کی عظمت کو دورِ حاضر میں نقصان پہنچانے والی بات ہنگامہ آرائی کر کے مساجد پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے لئے انتظامیہ کو سختی سے پابند کیا جائے تاکہ مسجد کے انتظامیہ اور اس کے جاری کردہ نظم و نسق میں جو مداخلت کرے اس کو مجرم قرار دیا جائے۔

(عبدالستار توحیدی۔ راولپنڈی)

۲۔ خطیب کے لئے ایک ضابطہ اخلاق بنایا جائے جس کی پابندی نہایت ضروری ہو اور انہیں پابند کیا جائے کہ وہ اپنی مساجد میں قرآن و سنت کی روشنی میں مثبت انداز تخاطب اختیار فرمائیں۔

(حافظ محمد اسماعیل)

(پیر علامہ غلام رسول رضوی صاحب فیصل آباد)

۳۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ٹھوس تعمیری اور مثبت بنیادی اسلامی مدارس میں فراہم کر سکتے ہیں

انہیں کام کرنے کا موقع دیا جائے تو مدارس کی عظمت رفتہ کی بازیافت ہو سکتی ہے ۔ اور اس کے ذریعے بین الاسلامی اور باہمی اخوت، اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہو سکتی ہے ۔

(مولانا محمد معراج الاسلام ۔ پنجاب یونیورسٹی)

۴ ۔ کسی مکتب فکر کی مسجد پر ناجائز قبضہ نہ کیا جائے ۔

(حافظ عزیز الرحمن لکھوی) رینالہ خورد)

(زبیر احمد ظہیر ، گلبرگ)

۵ ۔ دینی اداروں کے اندر فرقہ ورانہ کشیدگی کی فضا کو ختم کرنے کے لئے تمام مسالک و مکاتب فکر کے اکابرین کو اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنا چاہیئے ۔

(عبدالباری صاحب)

متفرق

۱ ۔ حکومت مدارس کی بے شک امداد کرے لیکن ان کے اندرونی نظام میں دخیل نہ ہو ۔

(علامہ مولانا پیر غلام رسول رضوی ۔ فیصل آباد)

۲ ۔ آئمہ کرام خصوصاً دیہات کے آئمہ کرام کی مالی کفالت ضروری ہے ۔

(علامہ عبدالقیوم ہزاروی ۔ لاہور)

۳ ۔ اسلام کے سرچشموں، مساجد یا مدارس کو بھی پُر شکوہ اور جدید انداز میں تعمیر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلباء اور اساتذہ کی وجاہت قائم رہے

(افتخار علی چشتی ۔ گوجرانوالہ)

(مولانا علامہ غلام رسول رضوی فیصل آباد)

۴۔ مدارس دینیہ کے لئے یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی طرز پر مدارس گرانٹ کمیشن بنایا جائے۔

(مولانا عبدالقادر۔ واہ کینٹ)

(مولانا احمد خان ۔ ٹیکسلا کینٹ)

۵۔ جامعہ اسلامیہ اسلام آباد شرعی/ دینی علوم کے لئے جو کلیات قائم کئے گئے ہیں ان کے لئے طلبہ تیار کرنے کے لئے بارہ سال کی تعلیم پر مشتمل ثانوی دینی مدارس قائم کئے جائیں۔

(مولانا محمد اسعد تھانوی ۔ کراچی)

(مولانا محمد اکرم کاشمیری۔ جامعہ اشرفیہ)

۶۔ طلبہ کے داخل خارج کے لئے باقاعدہ قانون وضابطہ ہونا چاہیئے۔

(مولانا محمد اسعد تھانوی۔ کراچی)

۷۔ قومی اور صوبائی سطح پر پبلک سروس کمیشنوں میں کم از کم ایک عالم مقرر کیا جائے۔ نیز تجربہ کار علماء کو اعزازی مجسٹریٹوں کی حیثیت دی جانی چاہیئے۔

احسان الحق فریدی ۔ ساہیوال

محمد رفیع عثمانی ۔

محمد عبداللہ قریشی ۔ اسلام آباد

مولانا مفتی احمد الرحمٰن ۔ کراچی

غلام جیلانی ۔

محمد اسعد تھانوی ۔ سکھر

حافظ محمد اسماعیل ۔ سرگودھا

مولانا عبداللہ ۔ اسلام آباد

حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی

مولانا قاضی عبداللطیف، رکن مجلس شوریٰ

حافظ غلام سرور

مولانا عبدالحکیم ۔ راولپنڈی،

مولانا منظور احمد چینوٹی

مولانا محمد جمیل خان ۔ کراچی

مولانا عبدالعزیز ۔ اسلام آباد

مولانا صدیق اللہ شاہ ۔ فیصل مدرسہ